مساجد، طہارت اور نماز میں عام طور پر پائی جانے والی

غلطیاں







تالیف و ترتیب

حضرت مولانا مفتی عاصم عبداللہ صاحب

استاذ و رئیس دارالافتاء جامعہ حمادیہ شاہ فیصل کالونی کراچی

فاضل جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

مکتبہ حمادیہ کراچی

مساجد، طہارت اور نماز میں عام طور پر پائی جانے والی

غلطیاں

تالیف

حضرت مولانا مفتی عاصم عبداللہ صاحب

استاذ و رئیس دارالافتاء جامعہ حمادیہ شاہ فیصل کالونی کراچی
فاضل جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

مکتبہ حمادیہ کراچی

شاہ فیصل کالونی نمبر 2 کوڈ نمبر 75230
فون نمبر 4572537

نام کتاب:۔ مساجد، طہارت اور نماز میں عام طور پر پائی جانے والی غلطیاں

باہتمام:۔ عاصم برادران سلمہم الرحمٰن

صفحات:۔ ۲۰۸

سن طباعت:۔ جون ۲۰۱۱ء

تعداد:۔ ۱۱ر گیارہ سو

قیمت:۔

مکتبہ حمادیہ کراچی

شاہ فیصل کالونی نمبر 2 کراچی کوڈ نمبر 75230

فون نمبر:۔ 021-34572537

Books@JamiaHammadia.com

www.JamiaHammadia.com

حسنِ ترتیب

طہارت سے متعلق غلطیاں

مساجد سے متعلق غلطیاں

نماز سے متعلق غلطیاں

جمعہ سے متعلق غلطیاں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بابرکت دعائیہ کلمات

پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت

حضرت مولانا عبدالواحد صاحب دامت برکاتہم العالیہ

بانی ورئیس جامعہ حمادیہ شاہ فیصل کالونی کراچی

الحمدللّٰہ وکفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ.

اما بعد!

نماز اسلام کی عبادات کا پہلا رکن اور اہم ترین عبادت ہے، جو امیر وغریب، بوڑھے جوان، مرد وعورت، تندرست وبیمار سب پر یکساں فرض ہے، یہی وہ عبادت ہے جو بلا استثناء سب پر فرض ہے، کس شخص سے کسی حال میں بھی ساقط نہیں ہوتی، اگر یہ فرض کھڑے ہوکر ادا نہیں کر سکتے تو بیٹھ کر ادا کرنے کا حکم ہے، اگر اس کی بھی قدرت نہیں ہے، تو لیٹ کر نماز پڑھنے کا حکم ہے، اگر منہ سے قراءت نہیں کر سکتے تو اشاروں سے ادا کرنے کا حکم ہے، اگر کھڑے ہوکر نہیں پڑھ سکتے تو چلتے چلتے ادا کرنے کا حکم ہے، اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ دنیا میں کوئی پیغمبر ایسا نہیں آیا جس نے اپنی امت کو نماز کی تعلیم نہ دی ہو اور اس کی تاکید نہ کی ہو، خصوصاً ملتِ ابراہیمی میں اس کی حیثیت سب سے نمایاں ہے، یہی وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ ہمیشہ نماز کی اہمیت پر خاص طور سے زور

دیتے اور اس کے تارک کے متعلق کفروشرک کا ڈر ظاہر فرماتے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نماز دین کا ستون ہے، جس طرح ستون گر جانے سے عمارت گر جاتی ہے، اسی طرح نماز کے چھوڑ دینے سے دل کی دینداری بھی رخصت ہو جاتی ہے۔

مگر افسوسناک بات یہ ہے کہ اس اہم ترین عبادت کی اہمیت ہمارے اندر بالعموم نہیں رہی، جو لوگ نماز نہیں پڑھتے ان کا تو ذکر ہی کیا، جو پڑھتے ہیں وہ نماز سیکھے بغیر محض دیکھا دیکھی پڑھتے ہیں، لاعلمی، جہالت، غفلت اور دین سے لاپرواہی کی وجہ سے مساجد، طہارت اور نماز کے متعلق بے شمار غلطیاں ایسی ہیں جو عوام میں بالعموم اور خواص میں کسی قدر رواج پا گئی ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ عبادات کی انجام دہی کے لئے مشقت اٹھانے کے باوجود نہ نیکی کا شوق بڑھتا ہے نہ عبادات کی نورانیت نصیب ہوتی ہے۔ عبادات میں شوق و ذوق پیدا کرنے کے لئے عبادات کو عبادات کے طور پر سنن وآداب کی رعایت کے ساتھ سرانجام دینا ضروری ہے نیز عبادات کے حقیقی ثمرات و برکات کے حصول کے لئے مروجہ غیر شرعی غلطیوں سے بچنا بھی شرطِ لازم ہے۔

عزیزم برخوردار مفتی عاصم عبداللہ سلمہ کی تازہ تصنیف ''مساجد، طہارت، اور نماز میں عام طور پر پائی جانے والی غلطیاں'' کے نام سے سامنے آئی، پڑھ کر بے حد مسرت ہوئی، اس کتاب کی تالیف کی غرض اور مقصد اس کے نام سے ہی واضح ہو جاتا ہے۔ یہ کتاب اس ضرورت کو پورا کرتی ہے، اس لئے قارئین سے

درخواست ہے کہ اس کتاب کو توجہ سے پڑھیں۔ اور اپنی نماز اور طہارت وغیرہ میں پائی جانے والی غلطیوں کی اصلاح کر کے اسے سنت کے مطابق بنائیں۔

اللہ پاک عزیزم برخوردار مفتی عاصم عبداللہ سلمہ کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائیں، ہم سب کے لئے ذخیرۂ آخرت اور ذریعہ نجات بنائیں۔

آمین یا رب العالمین

عبدالواحد

(بانی ورئیس جامعہ حمادیہ شاہ فیصل کالونی کراچی)

۲۹/جمادی الثانی ۱۴۳۲ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پسند فرمودہ

شیخ المنقول والمعقول

حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب دامت برکاتہم

شیخ الحدیث و مہتمم جامعہ باب الاسلام ٹھٹھہ سندھ

خلیفۂ مجاز

پیر طریقت، رہبر شریعت حضرت مولانا عبدالواحد صاحب دامت برکاتہم

الحمدللہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ اجمعین

اما بعد!

اس وقت ہمارے سامنے حضرت مولانا مفتی عاصم عبداللہ صاحب مدظلہ العالی کی تازہ ترین کتاب ''مساجد، طہارت، اور نماز میں عام طور پر پائی جانے والی غلطیاں'' موجود ہے۔ کتاب کے چیدہ چیدہ مقامات دیکھے اور پڑھے، ''فہرست کے عنوانات''، مکمل دیکھے جوں جوں کتاب کی ورق گردانی کی، شوق وذوق میں اضافہ ہوتا گیا، چنانچہ ایک ہی مجلس میں کتاب کا بیشتر حصہ پڑھ گیا، اور وقت گذرنے کا احساس تک نہ ہوا، اسلام کی عبادات میں سے سب سے اہم عبادت نماز ہے۔ اور اس کے لئے طہارت شرط ہے، مساجد کی

حاضری بھی نماز کے لوازمات میں سے ہے۔ اور ہر عمل میں جہالت وبدعت داخل ہوگئی ہے۔ حضرت مفتی صاحب مدظلہ العالی نے اپنی ممکن کوشش سے ایسی چیزوں کا احاطہ فرما کر کافی ساری غلطیوں کی اصلاح فرمائی ہے۔ یہ امت پر بڑا احسان ہے۔ کتاب کے بعض مسائل پڑھ کر خود ہماری معلومات میں بھی کافی حد تک اضافہ ہوا ہے۔ ایسے ہی کام تجدید دین کا حصہ ہوتے ہیں۔ خوش نصیب ہیں وہ نفوس جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے دین متین سے گرد وغبار ہٹانے کے لئے منتخب فرماتے ہیں۔

اللہ کی ذات سے امید ہے کہ اس کتاب سے بہتوں کو فائدہ ہوگا۔ اور حضرت مؤلف مدظلہ کے لئے ان کی یہ کوشش ذریعہ آخرت بنے گی۔

والسلام

محمد ابراہیم عفا اللہ عنہ
خادم جامعہ باب الاسلام ٹھٹھہ
٢٦؍جمادی الثانی ١٤٣٢ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

حضرت مولانا اعجاز احمد اعظمی صاحب دامت برکاتہم

مدرسہ شیخ الاسلام شیخوپور اعظم گڑھ، انڈیا

خلیفۂ مجاز

پیر طریقت، رہبر شریعت حضرت مولانا عبدالواحد صاحب دامت برکاتہم

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ
سیدالانبیاء والمرسلین وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ اجمعین.

اسلام دین الٰہی ہے، جسے حق تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ رسول خاتم النبیین ﷺ پر نازل فرما کر تمام دنیا کے لئے عام فرمایا ہے، اور اس پر اپنی رضا مندی اور خوشنودی کا اعلان فرمایا ہے، اور یہ کہ جو کوئی، اس کے علاوہ کسی اور دین وملت کا طالب ہوگا، وہ قبولیت سے برکنار ہوگا، اب قیامت تک جو بھی رضائے مولیٰ کا طلبگار ہوگا، اس کے لئے لازم ہے کہ وہ اس دین حق کے کلیات وجزئیات کا اپنے عقیدہ وعمل اور نظریہ وفکر کے اعتبار سے احاطہ کرے۔

یہ دین حق ظاہر وباطن ہر لحاظ سے کمالِ ادب کا نام ہے، اللہ کا ادب، رسول کا ادب، احکام الٰہی کا ادب، حرمات کا ادب، قرآن وسنت کا ادب، شعائر اسلام کا

ادب۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ذٰلِکَ وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰہِ فَاِنَّھَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ.

(سورۃ الحج: ۳۲)

حج کے جو خاص خاص احکام تھے، وہ تو بیان ہو چکے، اب ایک عام بات بتائی جاتی ہے، کہ جو کوئی اللہ کے شعائر کا ادب کرے گا، وہ دل کے تقویٰ اور پرہیز گاری کی بات ہے۔

یعنی جب دل میں تقویٰ ہوگا، اللہ کا احترام ہوگا، تو وہ سب باتیں، جس کا حق تعالیٰ سے تعلق نمایاں ہے، آدمی ہر ایک کا احترام کرے گا۔

اللہ کے شعائر میں، اس کے وہ خصوصی احکام بھی ہیں، جن کا اللہ کے ساتھ تعلق عام طور سے معلوم ہے، مثلاً سب جانتے ہیں کہ نماز اللہ تعالیٰ کی خصوصی عبادت ہے، اس کا تعلق بجز خدا کے اور کسی سے نہیں ہے، پھر نماز کے ساتھ اس کے خصوصی شرائط، مثلاً طہارت، وضو وغسل کا تعلق روز روشن کی طرح واضح ہے، نیز نماز قائم کرنے کی جگہیں یعنی مساجد کا خصوصی تعلق بارگاہ الٰہی کے ساتھ ہر شخص جانتا ہے، آدمی کے دل کے تقویٰ کا تقاضا ہے کہ اللہ کے دربار سے براہ راست تعلق رکھنے والی تمام چیزوں کا ظاہر و باطن ہر لحاظ سے ادب و احترام بجالایا جائے۔

ان سب شعائر کی ایک روح ہے، اور ایک ان کی ظاہری شکل وصورت اور ڈھانچہ ہے، جس طرح کسی شے کے کامل وجود کے لئے اس کی روح کا اہتمام ضروری ہے، اسی طرح اس کا ڈھانچہ بھی ٹھیک ٹھیک حکم کے مطابق ہونا چاہئے، ورنہ اگر جسم عیب دار ہوگا تو اس کا حسن متاثر ہوگا، اور اس کی خوبی نگاہ سے گر جائے گی، نماز کی

روح اس کا خشوع وخضوع اور اس میں ذکر الٰہی ہے، مگر ڈھانچہ قیام وقرأت اور رکوع وسجود سے مرکب ہے، یہی حال دوسرے شعائر کا بھی ہے، دین کا حکم ہے کہ جہاں ان کے مغز وروح کا اہتمام کیا جائے، وہیں ان کے ظاہری ڈھانچے اور شکل وصورت کے آداب کا بھی پورا اہتمام کیا جائے۔

صرف ذکر الٰہی اور خشوع وخضوع کیف ما اتفق مطلوب نہیں ہے، بلکہ نماز کا خصوصی ہیئت اور ڈھانچہ بھی مطلوب ہے، طہارت، وقت، قیام وقعود اور رکوع وسجود کی ظاہری شکل بھی مقصود ومطلوب ہے، اس لئے ان سب کے احکام وحدود کا علم ضروری ہے تا کہ عبادات کو بجالانے والا افراط وتفریط کی بے ادبی میں نہ پڑے۔

ہمارے زمانے میں، دین سے اور دینی حقائق وآداب سے بے رغبتی بلکہ بے نیازی، جس طرح عام ہوتی جارہی ہے، اہل احساس پر مخفی نہیں، کتنے لوگ ایسے ہیں جنھیں شعائر الٰہی کی پرواہ ہی نہیں، وہ اپنے طور طریقوں کو چھوڑ کر اغیار کے طریقۂ عمل کو اختیار کرتے ہیں، اور کتنے ایسے ہیں جو دینی احکام تو بجالاتے ہیں، مگر ایک رسم ورواج کی طرح، ان کے حدود واحکام اور مسائل وارکان سے بے پرواہو کر۔ حالانکہ ان سب کا ادب واحترام اور نظم واہتمام ایک شرعی حکم ہے، تا کہ اللہ کی عبادت، حسن عبادت بن کر قابل تحسین وقبول بنے۔

رسول اکرم ﷺ نے اپنی امت کو دعاء کے پیرائے میں، حسن عبادت کے اہتمام کی تلقین فرمائی ہے، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو تاکید فرماتے ہیں کہ ہر نماز کے بعد یہ دعا کرلیا کرو، اور اسے ترک نہ کرو۔

اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلیٰ ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ.

''اے اللہ! آپ اپنے ذکر، اپنے شکر اور اپنی عبادت کی عمدگی پر میری مدد فرمائیے۔''

اس دعاء سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ صرف عبادت نہیں، بلکہ حسن عبادت مطلوب ومقصود ہے، عبادت کرنے والا جب حسن عبادت سے غافل ہوتا ہے، تو اپنی عبادت خراب کرلیتا ہے، اسی لئے علمائے اسلام نے اپنی توجہ کا مرکز عبادات کے ظاہری آداب ومسائل کو بھی بنایا ہے، ظاہر درست ہوگا تو باطنی روح کی استعداد اس میں بدرجۂ کامل ہوگی اور اگر ظاہری ڈھانچہ بدنما اور خراب بنالیا تو اس کی روح میں بھی بدنمائی آسکتی ہے۔

ہمارے مخدوم زادہ گرامی قدر حضرت مولانا مفتی عاصم عبداللہ صاحب مدظلہ کو ماشاء اللہ دینی احکام ومسائل کی تعلیم وتربیت اور ان کی ترتیب وتالیف کا خاص ذوق حق تعالیٰ نے عنایت فرمایا ہے، درس وتدریس اور دعوت وافتاء کے ساتھ مولانا کی نگاہیں مسلمانوں کے معاشرہ میں پھیلی ہوئی ان علمی اور عملی کوتاہیوں پر بھی رہتی ہیں، جن سے عبادات ومعاملات، اخلاق وسیرت کا اسلامی حسن متاثر ہوتا ہے، وہ ان چیزوں کا جائزہ لیتے رہتے ہیں، اور وقتاً فوقتاً اس سلسلے میں مختصر رسالوں کی شکل میں شرعی ہدایات کی اشاعت فرماتے رہتے ہیں۔

زیرنظر کتاب انہوں نے طہارت، نماز، مساجد اور جمعہ کے متعلق کوتاہیوں اور غلطیوں کی نشاندہی اور ان کی اصلاح کے متعلق مرتب کی ہے، اور مسئلہ کی تحقیق میں دین کے بنیادی مآخذ ومصادر یعنی قرآن وسنت تک پہنچنے کوشش کی ہے، اس طرح یہ رسالہ بیان مسائل کے ساتھ ساتھ حدیث وسنت کے دلائل سے بھی

مالا مال ہے، بعض وہ مسائل جن میں بعض برخود غلط قسم کے لوگ افراط وتفریط کی راہ میں چل پڑے ہیں، ان کے سامنے اعتدال کی راہ لانے کی سعی محمود بھی کی گئی ہے، انصاف کی نظر ہو، اور تعصب سے آدمی بچنے کی کوشش کرے، تو ایک راہ اعتدال، اس کتاب میں موجود ہے۔

حق تعالیٰ اس کتاب کو امت اسلامیہ کے حق میں مفید اور صحیح رہنما بنائے، اور مفتی صاحب موصوف کی اس کاوش اور دوسری علمی و عملی خدمات کو قبول فرمائے۔

اعجاز احمد اعظمی
مدرسہ شیخ الاسلام شیخوپور اعظم گڑھ
۲۸ / جمادی الآخری ۱۴۳۲ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دل کی بات

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْمُطَّلِعِ عَلَی خَفِیَّاتِ السَّرَائِرِ، اَلْعَالِمِ بِمَکْنُوْنَاتِ الضَّمَائِرِ، مُقَلِّبِ الْقُلُوْبِ، وَغَفَّارِ الذُّنُوْبِ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَاشَرِیْکَ وَ أَشْهَدُ أَنَّ سَیِّدَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ سَیِّدُ الْمُرْسَلِیْنَ، وَجَامِعُ شَمْلِ الدِّیْنِ، وَقَاطِعُ دَابِرِ الْمُلْحِدِیْنَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰی آلِهِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاهِرِیْنَ، وَسَلَّمَ کَثِیْرًا.

اما بعد!

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کی جملہ تعلیمات میں طہارت و پاکیزگی کو بڑی اہمیت کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ اسلام میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلا فریضہ نماز ہے، اس کی ادائیگی کے لئے طہارت و پاکیزگی کی کیا اہمیت ہونی چاہئے؟ اور کس قدر حسن وخوبی اور سکون واطمینان کے ساتھ اس فریضہ کو ادا کرنا چاہئے؟ اس سے آپ بخوبی واقف ہیں۔

طہارت نماز کی بنیادی شرط ہے اور نماز اسلام کا اہم رکن ہے۔ اس کے باوجود اکثر لوگوں کو طہارت کی ادائیگی میں غلطی کرتے دیکھا گیا ہے۔ حالانکہ ہونا

تو یہ چاہئے تھا کہ طہارت اور نماز کے ارکان صحیح سنت کے مطابق ادا کئے جاتے، اس لئے کہ بغیر طہارت کے نماز صحیح نہیں ہوگی، اور نہ ہی اس کا کوئی اجر وثواب ملے گا۔

ایسی صورتحال میں ضروری ہے کہ ہر مسلمان اسلامی تعلیمات کے مطابق طہارت حاصل کرے اور نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق اپنی نمازیں پڑھے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشادگرامی ہے:

صَلُّوا کما رَأیْتُمونی اُصلِّی.

''جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے اسی طرح نماز پڑھا کرو۔''

زیرِنظر کتاب میں طہارت اور نماز میں لوگوں کی جانب سے ہونے والی غلطیوں کی نشاندہی کی گئی ہے، جس سے کتاب کی اہمیت بخوبی عیاں ہوجاتی ہے۔

میں نے اس کتاب کی ترتیب میں ممکنہ حد تک کوشش کی ہے کہ عام فہم انداز میں ان اغلاط کی نشاندہی کروں جو نماز وطہارت کے بارے میں عام طور پر پائی جاتی ہیں، یہ کتاب گذشتہ سال تقریباً مرتب ہوچکی تھی، بہت کوشش کی گئی کہ اس کی اشاعت سالِ گذشتہ ہی میں ہوجائے، مگر کچھ عوارض ایسے پیش آگئے جو کتاب کی اشاعت میں مانع بن گئے، تاہم اللہ کے فضل واحسان سے اس کی جگہ درج ذیل دو کتابیں شائع ہوکر منظرِ عام پر آگئیں۔

۱...... موت کے بعد زندگی کا انجام

۲...... سنہرے شعاعیں۔

بہرحال! اپنی اس حقیر سی کاوش کو قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ اللہ پاک مجھے اور میرے والدین اور پڑھنے والوں کے لئے اسے ذخیرۂ اخرت بنائیں۔ اور ہمیں زندگی کے ہر شعبہ میں سنت کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطافرمائیں۔ آمین یا رب العالمین

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علی خیر خلقه محمد وعلی اله

واصحابه اجمعین برحمتک یا ارحم الرحمین

والسلام

عاصم عبداللہ

استاذ جامعہ حمادیہ شاہ فیصل کالونی نمبر۲ کراچی

مقیم حال جامعہ صدیقہ وندر بلوچستان شاخ جامعہ حمادیہ

۲۵؍جمادی الثانی ۱۴۳۲ھ

۲۹؍مئی ۲۰۱۱ء بروز اتوار

بوقت: دس بجے صبح

بشری کمزوریوں کا اعتراف

ممکنہ حد تک سوالوں کے جوابات میں نہایت ہی احتیاط برتی گئی ہے، یہ جوابات اہل علم کی خدمت میں نظر ثانی کے لئے پیش بھی کئے گئے، اس کے باوجود غلطی اور بھول چوک کا امکان ہے۔ لہٰذا قارئین سے گذارش ہے کہ اگر وہ کوئی غلطی پائیں تو ہمیں اس کی اطلاع دے کر مشکور وممنون ہوں، تا کہ کتاب کے آئندہ ایڈیشن میں ان غلطیوں کی اصلاح کر دی جائے۔ کتاب میں جو کچھ بھی صحیح اور حق ہے وہ من جانب اللہ ہے اور اسی کی توفیق سے ہے، کتاب میں اگر کوئی غلطی ہے تو یہ ہماری غلطی ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کی غلطیوں سے درگذر فرما کر ہماری ہر اچھی کوشش کو قبول فرمائے۔ آمین

سعودیہ عرب کے معروف ومشہور عالم دین سماحۃ الشیخ عبداللہ بن جبرین حفظہ اللہ نے اپنے بارے میں جو کچھ کہا ہم اس کو اختصار کے ساتھ نقل کر کے اپنے جذبات کی ترجمانی کرتے ہیں۔ شیخ نے فرمایا:

إنّنی معترف بالنقص والقصور وقلة التحصيل وضعف المعلومات وكثرة الخطأ، وأسال الله تعالىٰ العفو والغفران وستر العيوب والنقائص ، فما كان فيها من

الصواب فمن اللّٰه تعالیٰ وحده وهو الذی وفّق له وهدی، وما كان من خطاءٍ أو زلل فمنّی ومن الشیطان ، وأستغفر اللّٰه مما وقع منی و أقول لطّلاب العلم أن لایعتمدوا علی فتوی تخالف الدلیل أو الحق و الصواب ، فإنّ الحق نور و الإثم ما حاک فی صدرک، فلابد من مراجعة الكتب والمؤلفات وتطبیق الفتاویٰ الاجتهادیة لي ولغیری علی كلام العلماء ، فإنّ الأوّل لم یدع للآخر مقالاً. واللّٰه اعلم (مجله البیان، شعبان ۱۴۱۹ھ)

''میں کوتاہی، کم علمی اور غلطیوں کی کثرت کا اعتراف کرتا ہوں، اور اللہ تعالیٰ سے عفو و درگذر، مغفرت اور عیوب ونقائص کی پردہ پوشی کا طالب ہوں، جو کچھ بھی اس میں صحیح و درست ہے وہ صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اسی کی ہدایت وتوفیق کی وجہ سے ہے اور جو کچھ غلطی یا لغزش ہو وہ میری طرف سے اور شیطان کی طرف سے ہے۔ میں اس سلسلے میں اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور طالبانِ علوم سے گذارش کرتا ہوں کہ وہ کسی ایسے فتویٰ پر اعتماد نہ کریں جو کسی دلیل اور حق وصواب کے مخالف ہو، بے شک حق روشنی ہے اور گناہ وہ ہے جو تمہارے دل میں کھٹکے۔ پس میرے اور میرے علاوہ دوسروں کے اجتہادی فتاویٰ کی علماء کے کلام سے تطبیق اور (اس سلسلے میں) مؤلفات وکتب کی مراجعت ضروری ہے، کیوں کہ اسلاف نے بعد والوں کے لئے کسی بات کی گنجائش نہیں چھوڑی۔'' واللہ اعلم

طہارت سے متعلق غلطیاں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُؤُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَى أَوْ عَلَى سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ مِنْهُ مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ وَلَكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ. (المائدۃ: ۶)

''ایمان والو! جب تم نماز کے لئے اٹھو اپنے چہرے اور کہنیوں تک اپنے ہاتھ دھولو، اور اپنے سر کا مسح کرو، اور اپنے پاؤں بھی ٹخنوں تک (دھولیا کرو) اور اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو سارے جسم کو (غسل کے ذریعے) خوب اچھی طرح پاک کرو، اور اگر تم بیمار ہو یا سفر پر ہو یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت کر کے آیا ہو، یا تم نے عورتوں سے جسمانی ملاپ کیا ہو، اور تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم کرو، اور اپنے چہرے اور ہاتھوں کا اس (مٹی) سے مسح کرلو، اللہ تم پر کوئی تنگی مسلط کرنا نہیں چاہتا، لیکن یہ چاہتا ہے کہ تم کو پاک صاف کرے، اور یہ کہ تم پر اپنی نعمت تمام کرے، تا کہ تم شکر گذار رہو۔''

بسم اللہ الرحمن الرحیم

طہارت کے مسائل میں غلطیاں

وضو کے وقت زبان سے نیت کے الفاظ دہرانا ضروری نہیں۔

نیت تو مرادِ قلبی کا نام ہے، یہی وضو وغیرہ کے لئے کافی ہے لیکن عام لوگوں کے دلوں پر عموماً افکار کا ہجوم رہتا ہے اور وہ پوری یکسوئی کے ساتھ قلب کو حاضر نہیں کر پاتے، اس لئے علماء کرام نے زبان سے بھی نیت کے الفاظ ادا کرنے کو مستحب لکھا ہے۔

فالنية هی الارادة......والارادة عمل القلب.

(بدائع الصنائع: ج/۱، ص/۵۸۷)

ومن ادا به الجمع بين نية القلب وفعل اللسان.

(التنویر مع رد المحتار: ج/۱، ص/۱۱۸)

وضو سے پہلے بسم اللہ کا حکم

وضو سے پہلے بسم اللہ کہنے میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے۔ جمہور علماء کرام امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک وضو سے پہلے بسم اللہ کہنا مسنون ہے، واجب نہیں۔ جمہور علماء کی دلیل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے وضو کے وقت تسمیہ پڑھی تو اس کا پورا جسم پاک ہو جائیگا اور جس نے وضو کے وقت تسمیہ نہیں پڑھی تو اس کے صرف اعضائے

وضو پاک ہوں گے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ بغیر تسمیہ کے بھی وضو ہو جاتا ہے۔ البتہ تسمیہ کے ساتھ وہ کامل ہوتا ہے۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من توضأ وذکر اسم اللّٰہ تطھر جسدہ کلہ ومن توضأ ولم یذکر اسم اللّٰہ لم یتطھر الّا موضع الوضوء.

(سنن الدارقطنی: ج/۱، ص/۷۳)

وضو میں گردن کا مسح کرنا

وضو میں گردن کا مسح کا کرنا مستحب ہے، اس لئے اس کو بدعت یا ضروری سمجھنا غلط ہے۔

عن ابن عمر مرفوعا من توضا ومسح یدیہ علی عنقہ امن الغسل یوم القیامۃ. (کنز العمال: ج/۹، ص/۳۰۷)

حکی ابن ھما من حدیث وائل فی صفۃ وضوء رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ثم مسح علی رأسہ ثلاثا وظاھر اذنیہ وظاھر رقبتہ.

(رواہ الترمذی بحوالہ فی الفتاویٰ: ج/۱، ص/۱۲)

وضو کے وقت رنگ لگا رہنا

احادیث کی رو سے غسل میں پورے بدن پر اور وضو میں پورے اعضاء وضو پر پانی بہانا ضروری ہے اور اگر بال برابر بھی جگہ خشک رہ جائے گی تو وضو اور غسل نہ ہوگا۔ اس لئے اگر کسی وقت دھونے کے اعضاء پر پینٹ (رنگ کا

روغن) یا سفیدی یا ایلفی وغیرہ لگ جائے تو اس کو کھرچ کر صاف کئے بغیر وضو اور غسل نہ ہوگا جس کی وجہ سے ساری نمازیں غارت ہوجائینگی، البتہ اگر پینٹ وغیرہ اتر جائے صرف اس کے رنگ کا اثر باقی رہے تو اس میں کوئی حرج نہیں، تاہم رنگریز حضرات جن کا پیشہ ہی یہی ہے اور مسلسل رنگ کرنے کی وجہ سے ان کی ناخنوں کی جڑوں میں رنگ پیوست ہوجاتا ہے اور ہر نماز کے لئے چھڑانا انتہائی مشکل ہوتا ہے اور کسی نوکدار چیز کا استعمال انتہائی تکلیف دہ ثابت ہوسکتا ہے۔ ایسے حضرات کے لئے قدرے گنجائش ہے، بوقتِ ضرورت دارالافتاء سے رجوع کیا جاسکتا ہے۔

عن علی ﷺ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من ترک موضع شعرۃ من جنابۃ لم یغسلھا فعل بھا کذا و کذا من النار. قال علی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ فمن ثمّ عادیت رأسی ثلاثا وکان یجزّ شعرہ.

(ابو داؤد فی الغسل من الجنابۃ)

وضو کے وقت ناخنوں پر نیل پالش لگی رہنا

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر بدن کی کسی ایسی جگہ پر ایک بال کے برابر بھی جگہ خشک رہ گئی جس کا وضو یا غسل میں دھونا فرض ہے تو وضو اور غسل نہ ہوگا، اس لئے آج کل عورتیں اپنے ناخنوں پر جو نیل پالش لگاتی ہیں۔ اس پالش کی موجودگی میں نہ وضو ہوگا اور نہ ہی غسل، اس لئے کہ اس کی وجہ سے پانی ناخن تک نہیں پہنچتا۔ لہٰذا ایسی صورت میں عورتوں کی نماز نہیں ہوگی اور

اگر کسی نے ایسی حالت میں نمازیں پڑھی ہیں تو اُن تمام نمازوں کا لوٹانا ضروری ہے۔ نیز حضرات علماء کرام نے ایسی تزئین کو حرام قرار دیا ہے جو شرعی فرائض کی صحت سے مانع ہو، اس لئے عورتوں کو چاہئے کہ سرے سے ایسی سرخی اور نیل پالش نہ لگائیں اور اگر لگانا ہو تو وضو اور غسل سے پہلے اچھی طرح کھرچ لیں اور صاف کرلیا کریں۔

عن علی ﷺ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال من ترک موضع شعرۃ من جنابۃ لم یغسلھا ففعل بھا کذا و کذا من النار قال علی ﷺ فمن ثم عادیت رأسی ثلاثا و کان یجزّ شعرہ. (ابوداؤد فی الغسل من الجنابۃ)

نیند کے بعد وضو نہ کرنا

اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ لوگ سوتے رہتے ہیں، خاص طور سے فجر اور جمعہ کے وقت اور اقامت شروع ہوتی ہے تو اٹھ کر نماز پڑھ لیتے ہیں، صحیح نہیں۔ گہری نیند جس سے آدمی کو ہوش نہ ہو، اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ جیسا کہ صحابی رسول اللہ ﷺ حضرت صفوان بن عسال ﷺ فرماتے ہیں کہ

امرنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذ کنّا مسافرین الا ننزع خِفافنا ثلاثۃ ایام ولیالیھن اِلّا من جنابۃٍ ولکن من غائط وبول ونوم.

''اللہ کے رسول ﷺ نے حکم دیا ہے کہ جب حالتِ سفر میں ہوں تو

اپنے موزوں کو تین دن اور تین رات نہ اتاریں مگر یہ کہ جنابت لاحق ہو، البتہ پاخانہ، پیشاب، اور نیند کی صورت میں نہیں۔''

نیز حضرت معاویہ ؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

العین وکاء السه فاذا نامت العینان استطلق الوکاء

''آنکھ سرین کا ڈھکن ہے۔ لہٰذا جب آنکھیں سو جاتی ہیں تو ڈھکن کھل جاتا ہے۔''

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جو لوگ خواہ مرد ہوں یا عورت سو جاتے ہیں ان کا وضوٹوٹ جاتا ہے، دوبارہ وضو کرنا ضروری ہے، اگر بغیر وضو کئے نماز پڑھ لی تو نماز صحیح نہیں ہوگی۔ البتہ اونگھنے سے وضو نہیں ٹوٹتا کیونکہ اس سے احساس باقی رہتا ہے۔

تین بار دھلے بغیر وضو مکمل نہ ہونے کا اعتقاد رکھنا

آپ ﷺ سے اعضاء وضو کو ایک ایک بار، دو دو بار اور تین تین بار دھونا ثابت ہے اور علماء نے اجماع نقل کیا ہے کہ اعضاء وضو کو ایک ایک بار دھونا واجب اور اس سے زیادہ سنت ہے اس لئے تین بار دھوئے بغیر وضوء کے مکمل نہ ہونے کا اعتقاد رکھنا غلط ہے۔

عن ثابت ابن ابی صفیة قال قلت لابی جعفر حدثک جابر ان النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم توضأ مرّة مرّة و مرّتین مرّتین وثلاثا ثلاثا. قال نعم.

(رواہ الترمذی، مشکوٰۃ: ص/۴۵)

والاصل فی الواجب غسل الاعضاء مرّة مرّة والزيادة
عليها سنة لان الاحاديث الصحيحة وردت بالغسل
ثلاثا ثلاثا ومرّة مرّة ومرتين مرتين.

(عمدة القاری: ج/۳،ص ۲۰۸۳، باب الوضوء ثلاثا ثلاثا)

قال الزرقائی من الغرائب ما حكاه ابو حامد الاسفرائنی
عن بعض العلماء انه لايجوز النقض كانه تمسك
بظاهر الحديث وهو المجموع بالاجماع.

(عون المعبود: ج/۱،ص/۱۵۰)

تمام اعضاءوضو یا کچھ کو تین بار سے زیادہ دھونا

اجمع العلماء على كراهة الزيادة على الثلاث والمراد
بالثلاث المستوعبة للعضو واماإذا لم تستوعب العضو
الا بغرفتين فهی غسلة واحدة.

(شرح النووی: ج/۱،ص/۳۷۳، صفة الوضو وكمال)

قد اجمعوا على كراهة الزيادة على الثلاثة المستوعبة و
اذا لم يستوعب الا بغرفتين فهی واحدة.

(مرقاة: ج/۲،ص/۲۱۶، الطهارة)

آپ ﷺ سے اعضاء وضو کو تین تین بار دھونا ثابت ہے اس سے زیادہ ثابت نہیں اور امام نوویؒ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ تین بار سے زیادہ دھونا مکروہ ہے۔ اس لئے اگر کوئی شخص اعضاء وضو کو تین بار سے زائد اسی اعتقاد سے دھوئے کہ یہ ثواب یا سنت ہے تو یہ مکروہ تحریمی ہے۔ البتہ اگر کبھی ازالہ شک اور اطمینان قلب کی خاطر تین

بار سے زیادہ دھولیا جائے تو اس صورت میں کوئی کراہت نہیں، لیکن یہ یاد رہے کہ تین بار سے زائد دھونا بھی اس وقت مکروہ ہے جب ہر بار پورے اعضاء پر پانی پڑے اور اگر ایک بار دھونے سے پورے عضو پر پانی نہیں جا سکا بلکہ دو یا تین بار دھونے سے پورے عضو پر پانی پہنچا تو ان کو ایک بار ہی سمجھا جائے گا۔

اجمع المسلمون علی ان الواجب فی غسل الاعضاء مرۃ مرۃ وعلی ان الثلاث سنۃ وقد جاء ت الاحادیث الصحیحۃ بالغسل مرّۃ مرتین وثلاثا.

(عون المعبود: ج/ ۱، ص/ ۱۵۱)

عورتوں کا پاکی کے بعد غسل میں تاخیر کرنا

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ آپ ﷺ کبھی صبح تک جنابت کا غسل مؤخر کرتے اور صبح ہونے پر غسل فرماتے تھے۔ تو یہ حدیث اگرچہ غسل جنابت کے متعلق ہے لیکن غسل کے باب میں حیض، نفاس اور جنابت تینوں کا حکم ایک ہے اس لئے حیض سے پاک ہونے کے فوراً بعد غسل کرنا واجب نہیں۔ البتہ غسل کو مؤخر کرنے کی عادات ڈالنا بھی مناسب نہیں ہے۔ نیز غسل کو اتنی تاخیر سے کرنا کہ فرض نماز کا وقت نکل جائے تو یہ حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔

عن سلمہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یصبح جنبا فیغتسل ویصوم. (مسنداحمد: ۵۴، ۵۵)

وضو کرتے وقت کامل سر کا مسح کرنا

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے وضو فرمایا اور سر کے

اگلے حصہ پر مسح کیا اور حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی روایت میں پورے سر کے مسح کا ذکر ہے۔ تو بظاہر دو روایات میں تعارض ہے۔ اس لئے علماء احناف نے تطبیق کی صورت کو اختیار فرمایا کہ سر کے اگلے حصہ (سر کا ایک چوتھائی حصہ) پر مسح کرنا فرض ہے۔ ایک چوتھائی حصہ سے کم کا مسح جائز نہیں ورنہ آپ ﷺ ایک دو مرتبہ ضرور بیان جواز کے لئے اس کو اختیار فرماتے اور پورے سر کا مسح سنت ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن زید کی حدیث سے ثابت ہے۔

عن المغيرة بن شعبة قال ان النبى صلى الله عليه وسلم توضاء فمسح بناصيته وعلى العمامة وعلى الخفين.

(رواه مسلم)

وضو کے بعد بدن یا لباس پر نجاست لگنے کی صورت میں دوبارہ وضو کرنا

حضرت ابراہیم سے اس آدمی کے بارے میں منقول ہے جس کا پیر مسجد کی طرف جاتے وقت نجاست پر پڑ جائے تو آپ نے فرمایا: دوبارہ وضو نہ کرے۔

حضرت حسن سے اس شخص کے بارے میں منقول ہے جس کے پیر تر گندگی پر پڑ جائے تو آپ نے فرمایا کہ اس کو دھو لے اور وضو نہ کرے۔

عن ابراهيم انه قال فى الرجل يطا على العذرة وهو يريد المسجد. قال ابراهيم لايعيد الوضوء.

(مصنف ابن ابی شیبہ: ج/۱، ص/۸۵)

عن الحسن قال فى الرجل يطا على العذرة الرطبة قال يغسله ولايتوضأ. (مصنف ابن ابی شیبہ: ج/۱، ص/۸۴)

عن عبداللّٰہ قال کنا لانتوضا من الموطی.

(مصنف ابن ابی شیبہ: ج/ ۱، ص/ ۸۵)

حالتِ نفاس میں نماز روزہ کے احکام

حضرت انس ﷺ سے روایت کہ آپ ﷺ نفاس والی عورتوں کے لئے نفاس کی مدت چالیس دن مقرر فرماتے تھے اِلَّا یہ کہ وہ عورت چالیس دن سے قبل پاکی کو دیکھ لیتی۔

امام ترمذی صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کا اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ نفاس والی عورتیں چالیس دن تک نمازیں نہیں پڑھیں گی۔ اِلَّا یہ کہ چالیس دن سے قبل پاک ہوجائیں تو وہ غسل کر کے نمازیں پڑھنا شروع کریں گی۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ اگر چالیس دن سے قبل خون آنا بند ہوجائے تو غسل کر کے نماز پڑھنا ضروری ہے۔

عن انس ﷺ قال کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وقّت للنفساء اربعین یوما اِلَّا ان تری الطھر قبل ذلک.

(ابن ماجہ: ج/ ۲، ص/ ۳۱۸)

اجمع اھل العلم من الصحابہ والتابعین ومن بعدھم علی ان النفساء تدع الصلٰوۃ اربعین یومًا الَّا ان تری الطھر قبل ذلک فانھا تغتسل وتصلی. (سنن الترمذی: ج/ ۱، ص/ ۲۳۶)

وضو کے بعد تولیہ کا استعمال کرنا

مسئلہ:۔ کیا وضو کے بعد ہاتھ اور چہرہ کسی کپڑے سے خشک کر سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب:۔ ہاں یہ جائز ہے، اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ رسول اللہ ﷺ سے وضو کے بعد کپڑے وغیرہ سے اعضاء خشک کرنا ثابت ہے، چنانچہ اُم المؤمنین عائشہ رضی

اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے۔

کانت لرسول اللّٰہ ﷺ خرقة وینشف بها بعد الوضوء.

''رسول اللہ ﷺ کے پاس کپڑے کا ایک ٹکڑا تھا، جس سے وضو کے بعد اعضاء خشک کرتے تھے۔''

اگرچہ بعض سلف سے اس کی کراہت منقول ہے، اس لئے کہ اس عمل کو بھی قیامت کے دن وزن کیا جائے گا، لیکن سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ، سیدنا انس رضی اللہ عنہ، مسروق تابعیؒ اور سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ جیسے مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین سے وضو کے بعد چہرہ اور ہاتھ خشک کرنے کے لئے رومال کا استعمال ثابت ہے۔ بلکہ ایک روایت میں (اگرچہ وہ ضعیف ہے) یہ ہے کہ نبی ﷺ کے لئے بھی ایک کپڑا خاص تھا جس سے آپ ﷺ وضو کے بعد چہرہ اور ہاتھ خشک کرتے تھے۔ چہرہ یا ہاتھ خشک کرنے سے وضو کی نیکی یا اس کے وزن میں ان شاء اللہ کمی نہ ہوگی اور علامہ ابن قدامہؒ کا بیان ہے۔

ولاباس بتنشیف اعضائه بالمندیل من بلل الوضوء والغسل.

''رومال (تولیہ) کے ذریعہ جسم کے اعضاء سے وضو اور غسل کی تری کو خشک کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔''

نیز فتاویٰ ہندیہ میں تبیین کے حوالہ سے نقل کیا گیا ہے۔

ولابأس بالتمسح بالمندیل بعد الوضوء.

''وضو کے بعد رومال سے خشک کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔''

شلوار ٹخنوں کے نیچے لٹکانے والے کی نماز اور وضو کا حکم

سوال:۔ ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکائے رکھنے کے بارے میں آپ نے ایک سوال

کیا جواب میں ابوداؤد کی ایک حدیث ذکر کی، جس میں رسول اللہ ﷺ نے ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ:

"جاؤ وضو کرو اور دوبارہ نماز پڑھو، تو اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ کپڑا ٹخنے سے نیچے ہو تو وضو بھی ٹوٹ جاتا ہے اور نماز بھی نہیں ہوتی۔"

حالانکہ آپ نے مجھے ایک سوال کے جواب میں لکھا تھا کہ وضو اور نماز تو ہو جائے گی، لیکن یہ کبیرہ گناہ ہے، اُمید ہے کہ آپ اس کی مزید وضاحت فرمائے گے۔

جواب:۔ جس حدیث کا ہم نے حوالہ دیا تھا اس کے الفاظ یہ نہیں کہ اس شخص کی نماز صحیح نہیں ہوتی، بلکہ اس میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ایسے شخص کی نماز قبول نہیں ہوتی۔

ان اللّٰہ جل ذکرہ لایقبل صلٰوۃ رجل مسبل. (ابوداؤد)

"شلوار ٹخنوں کے نیچے لٹکانے والے کی نماز عنداللہ مقبول نہیں ہوتی۔"

حدیث کے ترجمے میں بھی میں اس کا لحاظ رکھا گیا ہے، بہر حال قبولیت اور صحت دو الگ الگ چیزیں ہیں، صحت کا تعلق عام طور پر ظاہری افعال وارکان سے ہوتا ہے، جب کہ قبولیت کا زیادہ تر تعلق عمل کرنے والے کے باطن یعنی اس کی نیت، خشوع وخضوع کی کیفیت اور اخلاص وغیرہ سے ہے، جو چیز صحیح ہو، ضروری نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں وہ شرفِ قبولیت سے بھی نوازی جائے اور وہ باعثِ اجر وثواب قرار پائے، اگر کوئی شخص نماز میں اس کے تمام فرائض وواجبات کی ادائیگی صحیح طریقے پر کرتا ہو تو ظاہر ہے کہ اس کی نماز کو صحیح ہی کہا جائے گا، اس کے باطل یا فاسد ہونے کا حکم نہیں

لگایا جائے گا، اگر چہ ریاکاری کی بناء پر یا خشوع وخضوع کے نہ ہونے یا اس جیسی دوسری مذموم صفات یا حرکات کے پائے جانے کی وجہ سے وہ نماز بارگاہِ الٰہی میں شرفِ قبولیت سے نوازی نہ جائے، جیسا کہ بعض احادیث میں آتا ہے کہ بہت سے نماز پڑھنے والوں کو نماز انہی کی طرف لوٹادی جاتی ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ بہت سے نماز پڑھنے اور رات کو قیام کرنے والوں کے حصہ میں صرف رات کا جاگنا ہی آتا ہے، نماز اور قیام کے ثواب سے وہ محروم رہتے ہیں، جیسا کہ بعض روزہ داروں کے بارے میں حدیث میں ہے کہ ان کے نامہ اعمال میں بھوکا پیاسا رہنا ہی لکھا جاتا ہے، روزہ کے ثواب سے وہ محروم رہتے ہیں۔

نیز بعض روایات میں ہے کہ ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکائے رکھنا تکبر کی علامت ہے اور تکبر مذموم صفت ہے، جو اللہ تعالیٰ کو بالکل پسند نہیں، اس لئے کہ ہر طرح کی بڑائی اور کبریائی صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے سزاوار ہے، نماز میں بندہ حقیقتاً اپنے عجز اور اللہ کی بڑائی اور کبریائی کا اعتراف کرتا ہے، اب اگر کوئی نماز پڑھتے ہوئے اپنی بڑائی اور تکبر کا مظاہرہ اپنے کسی عمل سے کرے تو ظاہر ہے کہ ایسی نماز کیسے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے گا۔ خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تقویٰ وپرہیزگاری کی تعلیم کی غرض سے اس صحابی رضی اللہ عنہ کو (جن کا کپڑا ٹخنے سے نیچے تھا اور وہ نماز پڑھ رہے تھے) بار بار یہ حکم دیا کہ جاؤ وضو کر کے دوبارہ نماز پڑھو۔

سنن ابوداؤد کی روایت کے الفاظ ہیں۔

بينما رجل يصلي مسبلاً ازاره، إذ قال له رسول الله ﷺ : إذهب فتوضأ، فذهب فتوضأ ثم جاء، فقال له رجل: يا

رسول اللّٰہ! مالک أمرتہ أن یتوضا؟ فقال: إنہ کان یصلی وھو مسبل إزارہ، و ان اللّٰہ تعالیٰ لایقبل صلوٰۃ رجل مسبل ازارہ. (سنن ابوداؤد)

''ایک دفعہ ایک شخص ٹخنہ سے نیچے چادر لٹکائے ہوئے نماز پڑھ رہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جاؤ پھر وضو کرلو، چنانچہ وہ گیا اور دوبارہ وضو کیا، پھر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا، اس دفعہ بھی آپ ﷺ نے حکم دیا کہ جاؤ پھر وضو کرلو، چنانچہ وہ شخص گیا اور پھر سے وضو کر کے آیا، اس موقع پر ایک دوسرا شخص بولا: اے اللہ کے رسول! کیا بات ہے کہ آپ ﷺ نے اسے وضو کرنے کا حکم دیا؟ آپ ﷺ نے جواباً ارشاد فرمایا: دراصل یہ شخص اس حالت میں نماز پڑھ رہا تھا کہ اس نے چادر ٹخنے کے نیچے لٹکائی ہوئی تھی اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ پاک کسی ایسے شخص کی نماز قبول نہیں فرماتا جو اپنا کپڑا ٹخنے کے نیچے لٹکائے رکھے۔''

یہ حکم اس لئے نہیں تھا کہ اس کا وضو ٹوٹ گیا یا نماز فاسد و باطل ہوگئی، بلکہ اس لئے تھا کہ اللہ تعالیٰ ایسی نماز کی طرف نظر نہیں فرماتا اور ایسی نماز اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول نہیں۔ اس تشریح وتوضیح سے یہ بات ہرگز نہ سمجھی جائے کہ نماز روزہ یا دیگر عبادات میں ان چیزوں سے بچنے کی زیادہ ضرورت یا اہمیت نہیں جو اس عبادت کی قبولیت میں رکاوٹ ہوں، بلکہ غور کرنے سے یہ حقیقت بآسانی سمجھی جاسکتی ہے کہ نماز اور روزہ وغیرہ کو مقبول اور مفید بنانے کی فکر اور کوشش کرنا ہی اصل اور مقدم ہے، لیکن یہ سوچ کر کہ پتہ نہیں ہماری نماز وغیرہ اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول ہے یا نہیں؟ اور

ہم ایسی عبادت کہاں کر سکتے ہیں، جو شرفِ قبولیت سے نوازی جائے؟ اس طرح کے خیال سے فرائض میں لاپرواہی کسی طرح درست نہیں اور یہ زیادہ موجبِ گناہ اور باعثِ وبال ہے، بلکہ ہونا یہ چاہیے کہ بندہ اپنی استطاعت کی حد تک عبادت کو بہتر سے بہتر طریقہ سے انجام دے کر اللہ تعالیٰ سے قبولیت کی دعا کرتا رہے اور بندگی واطاعتِ رب میں مزید کمال پیدا کرنے کی ہر وقت کوشش کرتا رہے۔

کھڑے ہوکر وضو کرنے کا حکم

سوال:۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ کھڑے ہوکر وضو کرنا صحیح نہیں، اس سے نماز بھی ادا نہیں ہوتی، ہم دفتر میں واش بیسن میں کھڑے ہوکر ہی وضو کرتے ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب:۔ وضو کرنے کے آداب میں سے ایک ادب یہ ہے کہ وضو بیٹھ کر کیا جائے اور قبلہ رُخ بیٹھا جائے، لیکن یہ فرض یا واجب نہیں، کھڑے ہوکر وضو کرنا بھی جائز ہے اور اس سے نماز ادا ہو جاتی ہے۔

استنجاء خانے قبلہ کی سمت نہ بنائے جائیں

پاکستان میں ہمارے محلے کی مسجد یوں بنی ہوئی ہے کہ جہاں امام کا محراب ہے اور قبلہ کی دیوار ہے اس کے ساتھ پیشاب خانے بھی بنے ہوئے ہیں، کیا ایسی مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے؟

جواب:۔ مساجد کے ساتھ پیشاب خانے یا استنجاء خانے اس طریقے پر بنائے جائیں کہ اول تو یہ قبلہ کی سمت میں نہ ہوں، یعنی مسجد کی محراب قبلہ کی سمت والی دیوار کی طرف نہ ہو، دوسرا ادب یہ ہے کہ ان کو اس طرح سے بنایا جائے کہ بیٹھنے والا شخص نہ تو

قبلہ کی طرف منہ کر کے بیٹھے اور نہ پیٹھ کرے، جب کہ تیسرا ادب بے حد ضروری ہے کہ استنجاء خانہ، پیشاب خانہ اور مسجد کی دیواریں الگ الگ ہوں یا فاصلے پر ہوں کہ ان کی بدبو مسجد میں نہ آئے، بلکہ یہ مسجد سے الگ ہوں۔

یکرہ بجنب المساجد ومصلی العید. (المغنی: ۳۹۶/۱۳)

بدن یا کپڑوں پر نجاست

سوال:۔ اگر آدمی ڈیوٹی پر ہو اور پیشاب کرتے ہوئے اس کے چھینٹے کپڑے یا جسم پر پڑیں، پھر اسی حالت میں وضو کر کے نماز پڑھ لی جائے تو کیا نماز ہو جائے گی؟ نیز اس حالت میں کلمہ یا درود وغیرہ پڑھ سکتا ہے یا نہیں اور کیا ایسی حالت میں وضو کر کے قرآن پاک کو ہاتھ لگا سکتا ہے؟

جواب:۔ پیشاب کی چھینٹیں اتنی باریک ہوں کہ سوئی کے ناکہ کے برابر ہو تو ایسے کپڑے کے ساتھ نماز درست ہے۔

أما البول المنتضح قدر رؤوس الابر فمعفو عنه للضرورة وان امتلأ الثوب. (هندية: ۴۹/۱)

"بہرحال سوئی کے ناکہ کے برابر پیشاب کی چھینٹیں ہو تو وہ ضرورت کے تحت معاف ہے، اگرچہ پورے کپڑے میں ہو۔"

اسی طرح پیشاب جسم یا کپڑے پر ہتھیلی کی گولائی یعنی درمیانی حصہ کی بقدر یا اس سے کم لگ جائے تو اس کو صاف کئے بغیر نماز پڑھنا اگرچہ مکروہ ہے لیکن نماز ہو جائے گی، دہرانے کی ضرورت نہیں۔

وقدر الدرهم ما دونه من النجس المغلظ كالدم والبول والخمر وخرء الدجاج وبول الحمار، جازت الصلوٰة

معه و إن زاد لم تجز .(هدایه: ۱/۵۸)

''ایک درہم کے برابر یا اس سے کم نجاستِ غلیظہ (مثلاً خون، پیشاب، شراب، مرغی کی بیٹ اور گدھے کا پیشاب) لگ جائے تو اس کے ہوتے ہوئے نماز صحیح ہوجائے گی اور اس سے زیادہ ہوتو درست نہیں ہوگی اور اگر نجاست اس سے زیادہ ہوتو اس کو پاک کرنا ضروری ہے۔''

اس حالت میں وضو کر کے نماز پڑھ لی جائے تو نماز نہیں ہوگی۔ دوبارہ پاک کپڑے میں نماز پڑھنا ضروری ہوگا، البتہ کلمہ اور درود شریف پڑھنے یا ذکر واذکار کرنے اور قرآن پاک چھونے کے لئے کپڑے اور بدن کا ظاہری نجاست سے پاک ہونا ضروری نہیں، اسی حالت میں ذکر وغیرہ کیا جاسکتا ہے، بلکہ غسل کی حالت ہوتو ایسی صورت میں بھی تلاوتِ قرآن کے علاوہ دوسرا کوئی اور ذکر کرنا جائز ہے، قرآن کو چھونے کے لئے وضو ضروری ہے، اگر آدمی باوضو ہوتو قرآن کو ہاتھ لگا سکتا ہے، اگر چہ اس کے جسم پر یا کپڑے پر ظاہری نجاست ہو۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ ہم (یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم) کو ہر حال میں قرآن پڑھاتے تھے، سوائے اس کے بہ حالتِ جنابت ہوتے تو آپ ﷺ قرآن نہیں پڑھاتے تھے۔

كان رسول الله ﷺ يقرئنا القرآن على كل حال ما لم يكن جنباً. (ترمذی شریف)

وضو کا بچا ہوا پانی ناپاک نہیں

سوال:۔ میرے ایک دوست کا کہنا ہے کہ وضو کے لئے جو پانی استعمال ہوگیا

وہ ناپاک ہوجاتا ہے، چاہے وہ جسم پر ہی کیوں نہ ہو، اگر یہ صحیح ہے تو ''حوض'' میں وضو کرنا کیسا ہے؟

جواب:۔ وضو کرنے کے بعد جو پانی برتن یا حوض میں باقی رہتا ہے، وہ بلاشبہ پاک ہے، اس سے پاکی بھی حاصل کی جاسکتی ہے، بلکہ نبی کریم ﷺ سے وضو کا بچا ہوا پانی، وضو سے فارغ ہونے کے بعد کھڑے ہوکر پینا بھی ثابت ہے چنانچہ مشکوٰۃ میں ہے:

ثم قام فأخذ فضل طهوره فشربه. (مشکوۃ شریف)

''پھر کھڑے ہوئے اور وضو کے بچے ہوئے پانی کو لیا اور پی گئے۔''

وہ پانی جو وضو میں استعمال ہوچکا ہے، یعنی وضو میں دھلنے والے اعضاء سے لگ کر الگ ہوچکا وہ اگر کہیں جمع ہوجائے تو اس سے دوبارہ پاکی حاصل نہیں کی جاسکتی، لیکن وہ پانی بھی بہرحال پاک ہی رہتا ہے، ناپاک نہیں، اگر اس کا کوئی چھینٹا بدن یا کپڑے پر پڑجائے تو وہ حصہ ناپاک نہیں ہوتا۔

وقد صحت الروايات عن الكل أنه طاهر غير طهور وقد ذكر النوويؒ أن الصحيح من مذهب الشافعيؒ أنه طاهر غير طهور وبه قال أحمد وهو رواية عن مالك ولم يذكر ابن المنذر عنه غيرها وهو قول جمهور السلف والخلف. (البحر الرائق: ۱/ ۹۴)

''تمام ائمہ سے صحیح روایات یہی مروی ہیں کہ وہ پاک ہے لیکن اس میں پاک کرنے کی صلاحیت نہیں، امام نوویؒ نے امام شافعیؒ کا صحیح مذہب بھی یہی نقل کیا ہے کہ وہ پاک ہے، تاہم اس میں پاک کرنے

کی صلاحیت نہیں ہے اور اسی کے قائل امام احمد ہیں اور یہی امام مالک کی ایک روایت بھی ہے، ابن منذر نے ان سے اس کے علاوہ اور کوئی دوسری روایت ذکر نہیں کی ہے، یہی جمہور سلف وخلف کا قول ہے۔''

وضو کا بار بار ٹوٹنا

سوال:۔ ہاضمہ کی خرابی کی وجہ سے وضو بار بار ٹوٹ جاتا ہے، وضو کرکے مسجد جاتا ہوں، دوبارہ وضو کرنا پڑتا ہے، نماز کے لئے بڑی مشکل پیش آرہی ہے، کوئی حل بتائیں، جس سے نماز میں آسانی ہو۔

جواب:۔ وضو بار بار ٹوٹنے کی وجہ اگر ہاضمہ کی خرابی یا دوسری کوئی بیماری ہے تو اپنا علاج کروائیں اور مسجد میں اس وقت جائیں جب اقامت کا وقت ہو، یا اقامت کے ساتھ ہی فوراً وضو کرکے فرض نماز جماعت سے پڑھ لیا کریں، اگر اتنا وقت نہ مل سکے کہ وضو کرکے نماز اس عذر کے بغیر ادا کرسکیں، تو آپ معذور ہیں، معذور آدمی کو نماز کے وقت میں ایک دفعہ وضو کر لینا کافی ہے، پورے وقت میں اس عذر کے ساتھ نماز پڑھ سکتا ہے، پھر جیسے ہی وقت ختم ہو، وہ وضو باطل ہو جاتا ہے اور یہ رخصت اس وقت تک رہتی ہے، جب تک کہ وہ عذر بالکل ختم نہ ہو جائے۔ علامہ حصکفیؒ لکھتے ہیں:

صاحب عذر من به سلس بول أو استطلاق بطن أو انفلات ريح أو استحاضة، إن استوعب عذره تمام وقت صلوٰة ولو حكما، وهذا شرط في حق الابتداء وفي حق البقاء كفى وجوده في جزء من الوقت وفي

الزوال استیعاب الانقطاع حقیقة وحکمه لکل فرض ثم یصلی فیه فرضا ونفلا، فإذا خرج الوقت بطل. (تنویر الابصار مع الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۱/۳۰۲-۲۰۲)

''صاحب عذروہ شخص ہے جس کو پیشاب کے قطرات آنے یا پیٹ چلنے (پیچش) یا ریح خارج ہونے یا استحاضہ کی بیماری ہو، جب کہ اس کا عذر پوری ایک نماز کے وقت کو خواہ حکماً ہو، محیط ہو، یہ ابتداء (شروعاتِ عذر) میں شرط ہے اوراس (بیماری) کے باقی رہنے کے لئے یہ کافی ہے کہ وقت کے کسی حصہ میں یہ بیماری پائی جائے اوراس کے ختم ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ بالکلیہ ختم ہوجائے، اس کا حکم ہر فرض نماز کے لئے (وضوکرنا ہے)، پھر وہ اس وضو سے فرض ونفل پڑھ سکتا ہے، لیکن جب وقت ختم ہوگا وضو باطل ہوجائے گا۔''

ہاں! اگر ایک نماز کا مکمل وقت ایسا گذر جائے کہ اس میں ایک دفعہ بھی وہ عذر نہ پایا گیا ہو، تو اب وہ معذور نہیں رہے گا۔

اگر پاؤں میں ناپاک پانی لگ جائے

سوال:۔ حالیہ بارش میں پانی کی کثرت کی وجہ سے گٹر لائنوں کا گندا پانی سڑکوں پر بہہ نکلا، اس صورت میں مسجد جانے کے لئے لازماً اس گندے پانی سے گذرنا پڑا، کیا اس صورتِ حال میں وضو باقی رہا، جب کہ مسجد تک پانی بھرا تھا؟

جواب:۔ ناپاک پانی سے گذرنے کی وجہ سے وضو نہیں ٹوٹتا، جسم سے نجاست کا نکلنا ناقضِ وضو ہے، دُرِمختار میں ہے:

وينقضه خروج كل خارج نجس بالفتح والكسر منه
أي من المتوضي الحي معتاداً أو لا من السبيلين أو لا
إلى ما يطهر بالبناء للمفعول أي يلحقه حكم التطهير.

(درمختار مع ردالمحتار: ۱/ ۴۵-۱۴۴)

''باوضو زندہ آدمی کے سبیلین یا غیر سبیلین سے کسی بھی قسم کی نجس (جیم کے فتحہ اور کسرہ دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں یعنی ناپاک) چیز خواہ وہ معتاد ہو یا غیر معتاد، کے نکلنے سے اس کا وضوٹوٹ جائے گا، جب کہ وہ بدن کے اس حصہ تک بہہ گئی ہو جس کے پاک کرنے کا حکم دیا گیا ہے (یُطھر مجہول ہے)۔''

صورت بالا میں نہ تو جسم سے کوئی نجاست نکلی ہے اور نہ داخل ہوئی ہے، لہٰذا وضو نہیں ٹوٹے گا، البتہ جسم کے جتنے حصہ پر پانی لگے وہ حصہ ناپاک ہو جاتا ہے، اس کو دھوکر پاک کرنا ضروری ہے۔ مذکورہ صورت میں اگر کہیں یہ یقین ہو کہ یہاں کا پانی ناپاک ہے تو وہاں احتیاط سے گذر جائیں، مسجد جا کر پیر دھولیں، دوبارہ وضو کرنے کی ضرورت نہیں۔

مساجد سے متعلق غلطیاں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللّٰهَ فَعَسَى أُولَئِكَ أَنْ يَكُونُوا مِنَ الْمُهْتَدِينَ. (التوبة: ۱۸)

''اللہ کی مسجدوں کو تو وہی لوگ آباد کرتے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لائے ہوں، اور نماز قائم کریں، اور زکوٰۃ ادا کریں، اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈریں، ایسے ہی لوگوں سے یہ توقع ہوسکتی ہے کہ وہ صحیح راستہ اختیار کرنے والوں میں شامل ہوں گے۔''

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مساجد سے متعلق غلطیاں

مساجد کی آرائش وزیبائش کے احکام

مسجدوں کی ظاہری شان وشوکت اور ٹیپ ٹاپ پسندیدہ نہیں

عن ابن عباس قال قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ما أمرت بتشييد المساجد. قال ابن عباس لتزخرفنها كما زخرفت اليهود والنصارى.(رواہ ابوداؤد)

''حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے خدا کی طرف سے حکم نہیں دیا گیا ہے مسجدوں کو بلند اور شاندار بنانے کا (یہ حدیث بیان فرمانے کے بعد حدیث کے راوی عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بطور پیشین گوئی) فرمایا کہ یقیناً تم لوگ اپنی مسجدوں کی آرائش وزیبائش اسی طرح کرنے لگو گے جس طرح یہود ونصاریٰ نے اپنی عبادت گاہوں میں کی ہے۔''

توضیح

رسول اللہ ﷺ کے ارشاد:

مَا اُمِرْتُ بتشييد الْمَسَاجِد.

''مجھے مساجد کی آرائش وزیبائش کا حکم نہیں دیا گیا۔''

کا منشاء اور اس کی روح یہ ہے کہ مسجدوں میں ظاہری شان وشوکت اور ٹیپ ٹاپ مطلوب اور محمود نہیں ہے بلکہ ان کے لئے سادگی ہی مناسب اور پسندیدہ ہے۔ آگے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مسجدوں کے متعلق اُمت کی بے راہ روی کے بارے میں جو پیشین گوئی فرمائی ظاہر یہی ہے کہ وہ بات بھی انہوں نے کسی موقع پر رسول اللہ ﷺ ہی سے سُنی ہوگی۔

سنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہی کی روایت سے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے:

أراكم ستشرفون مساجدكم بعدی كما شرفت اليهود كنائسهم وكما شرفت النصارى بيعها (كنز العمال بحواله ابن ماجه)

''میں دیکھ رہا ہوں کہ تم لوگ بھی ایک وقت (جب میں تم میں نہ ہوں گا) اپنی مسجدوں کو اسی طرح شاندار بناؤ گے جس طرح یہود نے اپنے کنیسے بنائے ہیں اور نصاریٰ نے اپنے گرجے۔''

اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے (جو رسول اللہ ﷺ کے بعد تقریباً ساٹھ سال تک اس دنیا میں رہے) مسلمانوں کے مزاج اور طرزِ زندگی میں تبدیلی کا رُخ اور اس کی رفتار دیکھ کر یہ پیشین گوئی فرمائی ہو۔

بہر حال پیشین گوئی کی بنیاد جو بھی ہو وہ حرف بحرف پوری ہوئی، خود ہم نے اپنی آنکھوں سے ہندوستان و پاکستان ہی کے بعض علاقوں میں ایسی مسجدیں دیکھی ہیں جن کی آرائش وزیبائش کے مقابلہ میں ہمارا خیال ہے کہ کوئی کنیسہ اور کوئی گرجا پیش

نہیں کیا جاسکتا۔

عن انس ﷛ قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم
اِنَّ من اشراط الساعة ان یَّتباھَی النَّاس فی المساجد.

(رواہ ابوداؤد، والنسائی، والدارمی، وابن ماجه)

''حضرت انس ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی کہ مسجدوں کے بارہ میں لوگ ایک دوسرے کے مقابلہ میں فخر ومباہات کرنے لگیں گے (یعنی اپنا تفوق اور اپنی بڑائی ظاہر کرنے کے لئے ایک کے مقابلہ میں ایک شاندار مسجد بنائے گا)۔''

توضیح

قیامت کی نشانیوں میں سے بعض تو وہ ہیں جو اس کے بالکل قریب ظاہر ہوں گی جیسے خروجِ دجّال اور آفتاب کا مغرب کی سمت سے طلوع ہونا وغیرہ وغیرہ۔ اور بعض وہ ہیں جو قیامت سے پہلے کسی نہ کسی وقت ظاہر ہوں گی۔ رسول اللہ ﷺ نے اُمت میں پیدا ہونے والی جن خرابیوں اور جن فتنوں کو قیامت کی نشانیوں میں سے بتایا ہے وہ اکثر اسی قسم کی ہیں۔ اور مسجدوں کے بارہ میں فخر ومباہات بھی انہیں میں سے ہے اور مسلمان اب سے بہت پہلے اس میں مبتلا ہو چکے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ اَصلح اُمَّۃَ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم.

منقش مصلے پر نماز

سوال:۔ مفتی عزیز الرحمٰن صاحب بجنوری نے ایک تحقیقی مضمون سپردِ قلم کیا

ہے، جس میں اٹلی کی جائے نمازوں کے بارے میں تحریر فرمایا ہے کہ ان پر نماز نہ پڑھی جائیں، اس مضمون کے بعد سے لوگ دو گروہوں میں تقسیم ہوگئے ہیں، ایک کا خیال ہے کہ ایسے مصلوں پر نماز بالکل نہ پڑھی جائے جس کی وجوہ حسب ذیل ہیں:

۱......ایسے منقش جائے نمازوں پر خیال پراگندہ ہوتا ہے، خشوع میں فرق پڑتا ہے۔

۲......اٹلی کی تیارشدہ جائے نمازوں پر نقش ونگار صیہونی سازش کے ماتحت بنائے جاتے ہیں جس کا مقصود شعائرِ اسلام کی توہین ہوتی ہے۔

۳......ان حضرات کی طرف سے استدلال میں وہ حدیثیں بھی پیش کی جاتی ہیں جن میں آپ ﷺ کا منقش پردہ کو واپس کردینے کا واقعہ مذکور ہے۔

اس کے برخلاف دوسرے گروپ کا کہنا کہ ایسے منقش مصلوں کا استعمال پورے عالمِ اسلام میں ہے، خیال کی پراگندگی کا کوئی ادنیٰ تصور بھی نہیں ہوتا، بلکہ ایسے منقش مصلے بہت سے خوش مزاج اور نفاست پسند لوگوں کی مزید دلجمعی اور خشوع وخضوع کا باعث ہوتے ہیں، اس لئے یہ محض ذوقی اور وجدانی چیز ہے، لہٰذا اسے فتوے کی بنیاد نہیں بنایا جاسکتا۔ یہ بات بھی سمجھ میں نہیں آئی کہ حضرت نبی کریم ﷺ کے خشوع وخضوع پر یہ نقش ونگار کیونکر اثر انداز ہوسکتے تھی، آپ ﷺ کی ذات تو اس سے بہت بالاتر تھی۔ لہٰذا اب آنجناب سے درخواست ہے کہ اس سلسلہ میں فیصلہ کن بات تحریر فرمائیں، تاکہ باہمی فساد ونزاع کا دروازہ بند ہو۔ عبدالقدوس آزاد پارک دارانسی

الجواب حامداً ومصلیاً

اس مصلے پر نماز پڑھنے سے نماز ادا ہوجائے گی، اس کے نقش ونگار کی وجہ سے

اگر خشوع میں فرق آئے تو تحفظ کے لئے اس پر ایک سادہ کپڑا بچھالیا جائے۔

(ولا بأس بنقشه خلا محرابه) فإنه يكره لأنه يلهي المصلي ويكره التكلف بدقائق النقوش ونحوها خصوصاً في جدار القبلة. قال الحلبي: وفي حظر المجتبى :وقيل يكره في المحراب دون السقف والمؤخر انتهى. وظاهره أن المراد بالمحراب جدار القبلة فليحفظ.

قال ابن عابدينؒ :(قوله لأنه يلهي المصلي) أي فيخل بخشوعه من النظر إلى موضع سجوده ونحوه، وقد صرح في البدائع في مستحبات الصلاة : ينبغي الخشوع فيها ويكون منتهى بصره إلى موضع سجوده الخ... وكذا صرح في الأشباه أن الخشوع في الصلاة مستحب والظاهر من هذا أن الكراهة هنا تنزيهية فافهم.

(الدر المختار مع رد المحتار، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها: ۱/ ۶۵۸، سعيد) (وكذا في تبيين الحقائق فصل: كره استقبال القبلة بالفرج: ۱/ ۴۲۰، دار الكتب العلمية بيروت) (وكذا في البحر الرائق، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها: ۲/ ۶۵، رشيديه)

آج کل اٹلی کے علاوہ دیگر مقامات کے بنے ہوئے مصلے بھی عامۃً نقش ونگار سے خالی نہیں ہوتے، بسا اوقات بڑی دری میں بھی نقش ونگار ہوتے ہیں، اکثر آدمیوں کا دھیان بھی ان نقوش کی طرف نہیں جاتا، اس پر خانہ کعبہ یا مسجد کا نقش بھی عامۃً ہوتا ہے، تو یہ بھی اٹلی کے مصلے کے ساتھ خاص نہیں۔ دوسرے مسجد یا کعبہ کے نقش پر عامۃً کھڑے نہیں ہوتے بلکہ وہ نقش سجدہ گاہ کی طرف ہوتا ہے جس سے اس کو

پامال کرنا لازم نہیں آتا جو احترام کے خلاف ہو۔ نیز تصویر ونقشِ کعبہ کو بعینہٖ کعبہ کا حکم دینا بھی صحیح نہیں، ورنہ اس کی طرف رخ کر کے کیا نماز کو بھی صحیح کہا جائے، اگر چہ وہ کسی بھی سمت میں ہو، اگر بغور دیکھا جائے تو وہ کعبہ کا نقش ہوتا بھی نہیں، محض ایک صنعت کاری ہے۔

مسجد میں تجارتی اعلانات چسپاں کرنا

مسئلہ:۔ مسجد کے دروازوں اور دیواروں پر اشتہار چپکانا دو وجہ سے ناجائز ہے۔ ایک یہ کہ مسجد کی دیوار کا استعمال ذاتی مقصد کے لئے حرام ہے، چنانچہ فقہاء نے لکھا ہے کہ مسجد پر کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ مسجد کی دیوار پر اپنے مکان کا شہتیر (گاٹر) یا کڑی رکھے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ مساجد کی تعظیم اور صفائی کا حکم دیا گیا ہے اور مسجد پر اشتہار لگانا اس کی بے ادبی ہے اور گندہ کرنا بھی ہے۔ کیا کوئی شخص گورنر ہاؤس کے دروازے پر اشتہار لگانے کی جرأت کر سکے گا؟ اور کیا اپنے مکان کے در و دیوار پر مختلف النوع کے اشتہار لگائے جانے کو پسند کرے گا؟ (آپ کا مسائل: ج/۳، ص/۴۶)

مسئلہ:۔ مسجد (جہاں نماز پڑھی جاتی ہے داخل مسجد) کے صحن یا کسی بھی حصہ کو تجارت گاہ نہ بنایا جائے، کاروباری اشیاء وہاں نہ رکھی جائیں۔ نیز سحر وافطار کے نقشہ میں نیچے دوکان کی مشہوری کے لئے اشتہار لکھوائے جاتے ہیں، ایسے نقشہ کو مسجد کے بیرونی دروازہ اور دیوار پر لگا دیا جائے تو مضائقہ نہیں، تاکہ افطار و سحر کے اوقات کا علم بھی ہو سکے اور دوکان کی مشہوری بھی ہو جائے۔ اور مسجد کو گزرگاہ نہ بنایا جائے، نہ مردوں کے لئے اور نہ عورتوں کے لئے، عورتوں کو نماز کے لئے بھی مسجد میں آنے سے

روک دیا جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج/۱۸، ص/۲۰۹)

ٹن ٹن والی گھڑی مسجد میں لگانا؟

مسئلہ:۔ اس گھڑی کا مقصد اصلی وقت معلوم کرنا ہوتا ہے اور ستار باجہ کی طرح آواز سننا مقصد نہیں ہوتا، لیکن گانا بجانا عام ہونے کی وجہ سے اس کی آواز میں اس طرح کا لحاظ کرلیا گیا ہے کہ اگر کوئی باجہ کی آواز نہ سننا چاہے بلکہ اس سے نفرت کرتا ہو تو وہ بھی بے اختیار اس کو سنے، اس کو ستار وغیرہ کی طرح بالکل ناجائز تو نہیں کہا جائے گا۔ ہاں ضرور کسی قدر تشبہ پیدا ہو جائے گا، اس لئے ایسی گھڑی کے مقابلے میں وہ گھڑی قابلِ ترجیح ہوگی جس میں آواز نہ ہو۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج/۱۰، ص/۱۴۹)

مسئلہ:۔ گھڑی گھنٹہ میں پندرہ پندرہ منٹ بعد ٹن ٹن کی آواز ہوتی ہے، اس سے ان لوگوں کو جو دور ہوتے ہیں یا جن کی نگاہ کمزور ہے، وقت معلوم کرنے میں سہولت ہوتی ہے، اس بناء پر ایسی آواز والی گھڑی مسجد میں رکھنے کی اجازت ہے۔
(فتاویٰ رحیمیہ: ج/۶، ص/۱۳۱)

نقشۂ اوقاتِ نماز دوسری مسجد میں منتقل کرنا؟

مسئلہ:۔ اگر اصل مالک نے متعین طور پر اسی مسجد کے لئے نقشۂ اوقات کو وقف کیا ہے اور وہ وقف صحیح بھی ہوگیا تو اس کو پھر دوسری مسجد میں منتقل کرنا جائز نہیں ہے، لہٰذا امام اور مقتدیوں کو چاہئے کہ اس نقشہ سے کام لیں تاکہ واقف کی نیت پوری ہو اور اس کے ثواب میں اضافہ ہو۔

نفس وقف کا ثواب بہر حال اس کو حاصل ہے، ہاں اگر خدانخواستہ مسجد غیر آباد ہو جائے تو پھر دوسری مسجد میں اس کو منتقل کرنا درست ہوگا، اور قرآن کریم کو جس مسجد

پر وقف کیا جائے اس کو دوسری مسجد میں منتقل کرنے کا مسئلہ ردالمختار: جلد۱۰، ص/۵۸۰ میں مذکور ہے، اسی کے ذریعہ صورت مسئولہ کا حکم تحریر کیا گیا ہے، اگر وہ نقشہ وقف نہیں ہوا تو اس کو منتقل کرنے میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج/۱۰، ص/۱۵۹)

لایرفع فیه الصوت من غیر ذکر اللّٰه تعالیٰ.

(الهندیة: ج/۵، ص/۳۲۱)

مسجد میں بلند آواز سے تلاوت کرنا

عن عقبة بن عامر قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و سلم الجاهر بالقرآن کالجاهر بالصدقة والمسرُّ بالقرآن کالمسرِّ بالصدقة. رواه الترمذی وابوداؤد والنسائی وقال الترمذی هذا حدیث حسن غریب.

''حضرت عقبہ ابن عامر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا: ''بآواز بلند قرآن کریم پڑھنے والا شخص ظاہری صدقہ دینے والے کی طرح ہے اور آہستہ قرآن پڑھنے والا شخص چھپا کر صدقہ دینے والے کی طرح ہے۔'' (ترمذی، ابوداؤد، نسائی) اور امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

توضیح

چھپا کر صدقہ دینا ظاہری طور پر صدقہ دینے سے افضل ہے، لہٰذا حدیث کا مفہوم یہ ہوا کہ اسی طرح قرآن کریم آہستہ پڑھنا بآواز بلند پڑھنے سے افضل ہے۔

علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ جس طرح آہستہ قرآن پڑھنے کی فضیلت کے بارہ میں احادیث منقول ہیں اسی طرح بآواز بلند قرآن پڑھنے کی فضیلت کے سلسلہ میں

احادیث منقول ہیں۔لہٰذا دونوں طرح کی احادیث میں مطابقت یہ ہے کہ آہستہ آواز سے پڑھنا تو اس شخص کے حق میں افضل ہے جو ریا سے بچنا چاہتا ہو، اور بآواز بلند پڑھنا اس شخص کے حق میں افضل ہے جو ریاء میں مبتلا ہونے کا خوف نہ رکھتا ہو بشرطیکہ اس کے بآواز بلند پڑھنے کی وجہ سے نمازیوں، سونے والوں یا اور کسی کو تکلیف وایذاء نہ پہنچے۔ بآواز بلند قرآن پڑھنا اس لئے افضل ہے کہ اس طرح دوسروں کو بھی فائدہ پہنچتا ہے بایں طور کہ لوگ سنتے ہیں جس سے انہیں ثواب ملتا ہے یا دوسرے لوگ قرآن سُن سُن کر سیکھتے ہیں یا یہ کہ دوسروں کو پہنچتا ہے بایں طور پر کہ لوگ سنتے ہیں جس سے انہیں ثواب ملتا ہے کہ بآواز قرآن پڑھنا شعارِ دین اور اللہ کے کلام کا برملا اظہار ہے، پڑھنے والے کے دل کو بیداری حاصل ہوتی ہے، اُس کا دھیان کسی اور طرف نہیں بٹتا، اُس کے دل کی غفلت کو دور کرتا ہے، نیند کا غلبہ کم کرتا ہے اور یہ کہ دوسروں کو عبادت کا شوق دلاتا ہے، بہر کیف ان فوائد میں سے کوئی ایک فائدہ بھی پیشِ نظر ہو تو پھر اس صورت میں بآواز بلند پڑھنا ہی افضل ہوگا۔

تحیۃ المسجد

عن ابی قتادة ﷺ انَّ رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال اذا دخل احدکم المسجد فلیرکع رکعتین قبل ان یجلس. (رواه البخاری ومسلم)

''حضرت ابوقتادہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو اس کہ چاہیے کہ بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھے۔''

توضیح

مسجد کو اللہ تعالیٰ سے ایک خاص نسبت ہے اور اسی نسبت سے اس کو ''خانۂ خدا'' کہا جاتا ہے، اس لئے اس کے حقوق اور اس میں داخل ہونے کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ وہاں جا کر بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز ادا کی جائے، یہ گویا بارگاہِ خداوندی کی سلامی ہے، اسی لئے اس کو ''تحیۃ المسجد'' کہتے ہیں۔(تحیۃ کے معنی سلامی کے ہیں) لیکن یہ حکم جمہور ائمہ کے نزدیک استحبابی ہے۔

فائدہ:۔ اس حدیث میں صراحۃً حکم ہے کہ تحیۃ المسجد کی یہ دو رکعتیں مسجد میں بیٹھنے سے پہلے پڑھنی چاہئیں، بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ مسجد میں جا کر پہلے قصداً بیٹھتے ہیں، اس کے بعد کھڑے ہو کر نماز کی نیت کرتے ہیں، معلوم نہیں یہ غلطی کہاں سے رواج پا گئی ہے۔ ملا علی قاریؒ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اب سے چار صدی پہلے ان کے زمانہ کے عام مسلمانوں میں بھی یہ غلطی رائج تھی۔

عن کعب بن مالک قال کان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم لایقدم من سفر اِلَّا نھاراً فی الضُّحیٰ فاذا قدم بدأ بالمسجد فصلّٰی فیہ رکعتین ثم جلس فیہ.

(رواہ البخاری ومسلم)

''حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ سفر سے واپسی میں آپ دن ہی میں چاشت کے وقت میں تشریف لاتے اور پہلے مسجد میں رونق افروز ہوتے تھے اور وہاں دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد وہیں (کچھ دیر تک) تشریف رکھتے تھے۔''

توضیح

دوسری بعض حدیثوں میں یہ تفصیل ملتی ہے کہ آپ سفر سے واپسی میں آخری منزل عموماً مدینہ طیبہ کے قریب ہی فرماتے تھے، جس کی وجہ سے مدینہ طیبہ میں یہ اطلاع ہوجاتی تھی کہ آپ فلاں مقام پر ٹھہر گئے ہیں اور کل صبح تشریف لانے والے ہیں، پھر علی الصبح آپ اس منزل سے روانہ ہوکر کچھ دن چڑھے یعنی چاشت کے وقت مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہوتے تھے اور سب سے پہلے سیدھے اپنی مسجد مبارک میں تشریف لاتے تھے۔ گویا گھر والوں کی ملاقات سے بھی پہلے بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہوکر اس کے حضور میں ہدیۂ عبودیت پیش کرتے تھے، پھر اس کے بعد بھی کچھ دیر تک مسجد ہی میں تشریف رکھتے تھے اور مشتاقانِ زیارت وہیں آکر آپ سے ملاقات کی سعادت حاصل کرتے تھے۔ یہ تھا مسجد کے تعلق کے بارہ میں آنحضرت ﷺ کا اسوۂ حسنہ، اللہ تعالیٰ ہم امتیوں کو اس کی روح کو سمجھنے اور اس کی پیروی کرنے کی توفیق دے۔

مسجد میں داخل ہوکر بلند آواز سے سلام کرنا

سوال:۔ (۱) اگر مسجد میں کوئی نہ ہو تو اس صورت میں مسجد میں داخل ہوتے ہوئے یا نکلتے ہوئے سلام کرنا کیسا ہے؟

(۲) بعض مرتبہ مسجد کے کل حاضرین نماز میں مشغول ہوتے ہیں، آنے والا سلام کرتا ہے یا کچھ نماز میں کچھ وضو میں اور کچھ نماز کے انتظار میں ہوتے، اس صورت میں داخل ہونے والا سلام کرتا ہے، ایسا کرنا کیسا ہے؟

(۳) یہی صورت نکلتے وقت ہوتی ہے کہ جانے والا سلام کر کے چلا جاتا ہے، جب کہ لوگ اپنی سنتوں میں مشغول ہوتے ہیں؟

جواب:۔(۱) یہ طریقہ ٹھیک ہے، اس طرح کہنا چاہئے۔

السلام علینا وعلی عباداللہ الصالحین.

مگر یہ داخل ہوتے وقت تو ثابت ہے، نکلتے وقت کسی کتاب میں نہیں دیکھا ہے۔

(۲) یہ بھی مکروہ ہے۔ردّالمختار میں یہ مسئلہ موجود ہے۔

(۳) یہ بھی مکروہ ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج/۱۵،ص/۳۷۹)

مسئلہ:۔ مسجد میں داخل ہوتے وقت سلام کرنا چاہئے بشرطیکہ لوگ بیٹھے ہوں، تلاوت یا درس وغیرہ میں مشغول نہ ہوں۔ اور اگر مشغول ہوں تو منع ہے۔ اگر مسجد میں کوئی نہ ہو یا نماز پڑھتے ہوں اور وہ نہ سن سکیں تو ایسی صورت میں (آہستہ) کہنا چاہئے۔

السلام علینا من ربنا وعلی عباداللہ الصالحین.

(فتاویٰ رحیمیہ: ج/۲،ص/۱۵۶)

مسجد میں گمشدہ چیز کا اعلان کرنا

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سمع رجلا ینشدُ ضالۃ فی المسجد فلیقل لا ردھا اللہ علیک فإن المساجد لم تبن لھذا. (رواہ المسلم)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روای ہیں کہ سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو

شخص یہ سنے (یا دیکھے) کہ کوئی شخص مسجد میں اپنی کوئی گم شدہ چیز
تلاش کررہا ہے تو اسے چاہئے کہ وہ اس کے جواب میں یہ کہہ دے کہ
''خدا کرے تیری گمشدہ چیز تجھے نہ ملے۔'' اس لئے کہ مسجدوں کو اس
لئے نہیں بنایا گیا ہے (کہ ان میں جاکر گمشدہ چیزوں کو تلاش یا
دریافت کیا جائے۔)''

توضیح

اس سلسلے میں بظاہر تو مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ ایسے موقعہ پر یہ کلمات اس شخص کی تنبیہ وتوبیخ کے لئے صرف زبان سے ادا کئے جائیں، دل سے بددعا نہ کی جائے اور نہ درحقیقت یہ خواہش ہو کہ ایک مسلمان کی گمشدہ چیز اس کو واپس نہ ملے۔ اور اگر کوئی شخص درحقیقت دلی خواہش یہی رکھتا ہے کہ ایسے شخص کو اس کی گمشدہ چیز نہ ملے تاکہ آئندہ کے لئے اسے عبرت ہو اور اپنے اس نامناسب فعل کی سزا پائے اور یہ کہ پھر آئندہ وہ ایسی حرکت نہ کرنے پائے تو ایک حد تک یہ بھی صحیح ہوگا۔

اسی سلسلہ میں مسجد کی عظمت وتقدس کا تقاضا تو یہ ہے کہ صرف گمشدہ چیز تلاش کرنے ہی کی تخصیص نہیں بلکہ ہر وہ چیز ممنوع ہے جس کو اختیار کرنا مسجد کی بناء وغرض کے منافی ہو۔ جیسے خرید وفروخت وغیرہ۔ چنانچہ عہد سلف کے بعض علماء اسی بناء پر کہ مسجدیں صرف خدا تعالیٰ کی عبادت کے لئے ہیں اور کسی مقصد کی تکمیل کے لئے نہیں، مسجد میں کسی سائل کو صدقہ وغیرہ دینا بھی روا نہیں رکھتے تھے۔

بدبودار چیز کھا کر مسجد میں آنا

عن جابر ﷺ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم

من أكل من هذه الشجرة المنتِنة فلا يقربن مسجدنا فإن الملائكة تتأذى مما يتأذى منه الانس. (متفق عليه)

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اس بدبودار درخت (یعنی پیاز، لہسن وغیرہ) میں سے کچھ کھائے تو وہ ہماری مسجد کے قریب بھی نہ آئے ، کیونکہ جس (بدبُو) سے انسان کو تکلیف ہوتی ہے اس سے فرشتوں کو بھی تکلیف پہنچتی ہے۔''

مطلب یہ ہے کہ جس طرح بدبودار چیزوں سے انسانوں کو تکلیف پہنچتی ہے، اسی طرح فرشتے بھی ان سے تکلیف محسوس کرتے ہیں، لہٰذا مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ پیاز، لہسن وغیرہ کھا کر مسجدوں میں نہ آئیں کیونکہ مسجد میں فرشتوں کے حاضر ہونے کی جگہیں ہیں، اس لئے انہیں تکلیف ہوگی اس حکم میں ہر وہ چیز داخل ہے جو بدبودار ہو اس کا تعلق خواہ کھانے پینے سے ہو یا رہن سہن سے۔ مثلاً منہ کی غلاظت وبدبو، بغل وغیرہ کی گندگی وتعفن وغیرہ وغیرہ۔ پھر مسجد ہی کی طرح ان دوسری جگہوں کا بھی یہی حکم ہے جہاں مجالسِ عبادت و وعظ منعقد ہوتی ہوں یا جہاں قرآن وحدیث کی تعلیم ہوتی ہو یا جہاں ذکر وتسبیح کے حلقے ہوتے ہوں کہ ان مقامات پر بھی بدبودار چیزوں کے ہمراہ نہ جانا چاہئے۔

عن أنس رضی اللہ عنہ قال قال النبی صلی الله عليه وسلم البزاق في المسجد خطيئة وكفارتها دفنها. (متفق عليه)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا: مسجد میں تھوکنا گناہ ہے اور اس کا کفارہ یہ ہے کہ اس تھوک کو زمین میں دبا دیا جائے۔''

توضیح

مسجد کے تقدس واحترام کا تقاضا یہ ہے کہ وہاں تھوک کر گندگی وغلاظت نہ پھیلائی جائے اور اگر اتفاقاً ایسی غلطی کا ارتکاب ہو جائے تو اس گناہ کے دفیعہ کا طریقہ یہ ہے کہ اس تھوک کو زمین دوز کر کے اسے دور کر دیا جائے۔

عن أبی ذر ﷺ قال قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال عرضت علیَّ أعمال أمتی حسنھا وسیئھا فوجدت فی محاسن أعمالھا الأذی یماط عن الطریق ووجدت فی مساوی أعمالھا النّخاعة تکون فی المسجد لا تدفن.

(رواہ مسلم)

''حضرت ابوذر ﷺ راوی ہیں کہ سرور کائنات ﷺ نے فرمایا: میرے سامنے میری امت کے اچھے بُرے اعمال پیش کئے گئے، میں نے اس کے نیک اعمال میں تو راستہ سے تکلیف دینے والی چیز کو دور کر دینا پایا اور بُرے اعمال میں مسجد کے اندر تھوکنا دیکھا جس کو دبایا نہ گیا ہو۔''

پہلی صفوں میں کپڑا اچھا کر جگہ مخصوص کر لینا

عن عبد الرحمن بن شبل ﷺ قال نھی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم عن نقرة الغراب وافتراش السبع وأن یوطن الرجل المکان فی المسجد کما یوطن البعیر.

(مشکوٰۃ المصابیح: ج/١٨٥)

''حضرت عبدالرحمٰن بن شبل ﷺ سے روایت ہے کہ رحمتِ عالم ﷺ

نے کوّے کی طرح ٹھونگ مارنے اور درندوں کی طرح (ہاتھوں کو)
بچھانے سے منع فرمایا ہے اور اس سے بھی منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص
مسجدوں میں جگہ مقرر کرے جیسا کہ اونٹ مقرر کرتا ہے۔''

اس سے معلوم ہوا کہ مسجد میں اس طرح جگہ متعین کرنا کہ دوسرا کوئی وہاں بیٹھ نہ سکے یہ مکروہ اور ممنوع ہے، لہٰذا مسجد ایک وقف خطہ ہے جو نمازی پہلے آ گیا، اس کو حق حاصل ہے کہ جہاں چاہے بیٹھ جائے۔

صف بنانے میں کوتاہیاں

صف کے ایک جانب کھڑے ہونا

اکثر نمازی اس قاعدہ کے مطابق صف بندی کا بالکل خیال نہیں رکھتے۔ بغیر یہ دھیان کئے کہ امام کے کس طرف نمازی زیادہ ہیں اور کس طرف کم اور انہیں کس طرف شامل ہونا چاہئے۔ اس سے یکسر غافل ہو کر مسجد میں جدھر سے داخل ہوتے ہیں، اسی جانب کی صف میں شامل ہو جاتے ہیں۔ چاہے امام کی دوسری جانب صف بالکل خالی ہو یا اس طرف نمازی بہت ہی کم ہوں یہ بہت سخت کوتاہی ہے۔ یاد رکھنا چاہئے کہ اس طرح جو لوگ صف بندی کے اس قاعدہ کی خلاف ورزی کر کے امام کے کسی ایک جانب، بنسبت امام کی دوسری جانب کے زیادہ ہو جاتے ہیں تو ان زیادہ ہونے والے سب نمازیوں کی نماز مکروہ ہوتی ہے۔ (درمختار)

صف خالی چھوڑنا

ایک کوتاہی یہ بھی بکثرت سامنے آتی ہے کہ ابھی صف اوّل یا اگلی صف خالی

ہے، لیکن نمازی اس کو پُر کرنے کی بجائے فوراً دوسری صف بنانا شروع کر دیتے ہیں، جس کی اکثر وجہ غفلت اور سستی ہے، پچھلی صف کے نمازی یہ سمجھتے ہیں کہ دوسرے آنے والے نمازی اس کو پر کرلیں گے اور پھر ہر آنے والا نمازی یہی سمجھتا ہے کہ دوسرا اس کو پُر کرے گا، لیکن کوئی بھی اسے پر نہیں کرتا اور یہی صورت حال بعد کی صفوں میں ہوتی ہے۔ اس کا سبب صف اوّل کی اہمیت اور احساس ذمہ داری کے فقدان کے سوا کچھ نہیں، پہلی اور اگلی صف کو مکمل کرنا بعد میں آنے والے ہر نمازی کی ذمہ داری ہے، اس لئے ہر نمازی کو خود فکر کر کے صف کو مکمل کرنا چاہئے۔

بعض نمازی صف اول یا دوسری صف کے کنارے اس لئے چھوڑ دیتے ہیں کہ وہاں چٹائی یا دری بچھی ہوئی نہیں ہوتی، یاد رکھئے! صف کو خالی چھوڑنے کے لئے یہ عذر قابلِ اعتبار نہیں اور اس کی وجہ سے صف کو خالی چھوڑنا درست نہیں۔ نماز تو احکم الحاکمین کے سامنے بے چارگی، ذلت و مسکنت ظاہر کرنے کا نام ہے جس کا اظہار سادہ زمین ہی پر پوری طرح ہوتا ہے۔ لہٰذا صفوں کے ایسے تمام گوشوں کو اہتمام سے پُر کرنا چاہئے۔ البتہ اہل مسجد کو بھی بلا عذر صفوں کے گوشے خالی نہ چھوڑنے چاہئیں، بعض مرتبہ دھوپ کی تیزی سے فرش گرم ہو جاتا ہے، یا کوڑہ وغیرہ جمع ہونے کی بناء پر وہاں سجدہ دشوار ہوتا ہے اس لئے ایسی جگہوں کے انتظام پر خصوصی نگاہ رکھنی چاہئے۔

بعض نمازی جماعت یا رکعت نکل جانے کے خوف سے اگلی صف پوری نہیں کرتے، جلدی سے تن تنہاء پچھلی صف میں نیت باندھ لیتے ہیں یہ بھی مناسب نہیں، مکروہ ہے، اگلی صف کو مکمل کرنا چاہئے۔ (شامی)

صف میں زبردستی گھسنا

بعض مرتبہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ پہلی یا اگلی صف میں جگہ بالکل نہیں ہوتی لیکن پھر بھی بعض نمازی آگے بڑھنے کے شوق میں زبردستی گھس جاتے ہیں اور خوب زور لگا کر کسی نہ کسی طرح اپنی جگہ کر لیتے ہیں، جس کی بناء پر ایک تو صف سیدھی نہیں رہتی، دوسرے دائیں اور بائیں کے نمازیوں کو نماز ادا کرنے میں بڑی دقت ہوتی ہے اور تکلیف بھی ہوتی ہے یاد رکھئے! صف میں گھس کر اس طرح نمازیوں کو اذیت دینا درست نہیں، ایسی صورت میں پچھلی صف میں کھڑے ہو جانا افضل ہے۔ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کو تکلیف پہنچنے کے خوف سے صف اول چھوڑ دے تو حق تعالیٰ اس کے صف اول کے اجر کو دوہرا کر دیں گے۔ (شامی)

صف میں مل مل کر کھڑے ہونا

صف بندی کرتے وقت یا پہلے سے کھڑی ہوئی جماعت میں شامل ہوتے وقت نمازیوں کو آپس میں اس طرح مل کر کھڑے ہونا چاہئے کہ کندھے سے کندھا مل جائے اور درمیان میں بالکل خلا نہ رہے، بعض لوگ وضو کر کے نماز میں شامل ہونے کے لئے آتے ہیں مگر اپنی صحیح جگہ کھڑے ہونے کی بجائے اس سے کچھ فاصلے پر کھڑے ہو کر رومال سے ہاتھ اور منہ پونچھنے لگتے ہیں، یہ خیال کئے بغیر کہ وہ کہاں کھڑے ہیں۔ اس عرصہ میں دوسرے نمازی آکر ان سے مل کر نیت باندھ لیتے ہیں پھر جب یہ صاحب اپنی رومال کاری سے فارغ ہو لیتے ہیں، تب وہ اپنے قریب والے نمازی سے مل کر یا وہیں نیت باندھتے ہیں اور اس طرح صف میں خلا رہ جاتا ہے۔ یہ بڑی غفلت کی بات ہے۔

صف کا خلا پُر کرنا

جماعت میں شامل ہوتے وقت اہتمام سے خلاء پُر کرنا چاہئے اگر کبھی غفلت سے نیت باندھ لی اور نیت باندھنے کے بعد نمازی کو معلوم ہوا کہ درمیان میں کچھ فاصلہ رہ گیا ہے تو نیت باندھے باندھے کھسک کر فاصلہ پر کر لینا چاہئے اور قریبی نمازی کے کندھے سے کندھا ملا لینا چاہئے۔ (شامی)

دورانِ نماز اگر نمازی اپنے سامنے جگہ خالی دیکھے تو کیا کرے؟

نمازی نے دوسری صف میں نماز کی نیت باندھی، نیت باندھنے کے بعد پہلی صف میں اس نے خالی جگہ دیکھی تو نیت باندھے باندھے چل کر پہلی صف کا خلاء پُر کر دینا چاہئے، اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی کیونکہ یہ عمل قلیل ہے۔ (شامی)

صفوں میں خلاء چھوڑ کر کھڑے ہونے کا مرض بہت ہی عام ہے۔ بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ اپنے ساتھ والے نمازی سے ایک بالشت اور بعض اوقات اس سے بھی زیادہ فاصلہ چھوڑ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ امام کو بھی نماز شروع کرنے سے پہلے صف کی درستی کا خاص اہتمام کرنا چاہئے۔

صف سیدھی بنانا

صف بندھی کے لئے سب سے پہلے اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ نمازیوں کی صف بالکل سیدھی ہو۔ صف کے کنارے کے ساتھ ایڑیاں اس طرح رکھی جائیں کہ ایڑی نہ صف کے کنارے سے باہر نکلے اور نہ آگے بڑھے، یاد رکھئے! ایڑیاں قریب قریب رکھنے اور دوسرے کے مقابل کرنے سے صف سیدھی ہوتی ہے،

پاؤں کے پنجے ملانے اور برابر کرنے سے صف سیدھی نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ پنجے چھوٹے بڑے ہوتے ہیں، بعض لوگ اس بارے میں بڑی لاپرواہی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اکثر مساجد میں دیکھنے میں آتا ہے کہ بعض لوگ عادتاً اپنی ایڑیوں کو صف سے باہر نکال کر کھڑے ہوتے ہیں، اگر ہر نمازی نیت باندھنے سے پہلے اوّل خود صحیح کھڑا ہو، پھر اپنے دائیں بائیں نمازی کو اس پر متوجہ کردیا کرے تو بآسانی صف سیدھی ہوسکتی ہے۔

بعض نمازی ٹیڑھے ترچھے کھڑے ہونے کے ایسے عادی ہوجاتے ہیں کہ وہ توجہ دلانے سے صف سیدھی کر بھی لیتے ہیں مگر ایک دو رکعت کے بعد پھر اسی طرح ایڑیاں صف سے باہر نکالے ہوئے یا بہت اندر گھسائے نظر آئیں گے، یہ سب اس کا نتیجہ ہے کہ ہم لوگ عموماً نماز بے شعوری کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

دونوں قدموں پر برابر وزن دینا

نماز کے لئے کھڑے ہوتے وقت دونوں پاؤں پر برابر وزن ڈال کر بالکل سیدھا کھڑا ہونا چاہئے۔ بعض لوگ بغیر کسی عذر کے ایک پاؤں پر وزن ڈال کر دوسری ٹانگ میں خم ڈال دیتے ہیں۔ ایسا کرنا مکروہ ہے۔ (ہندیہ)

دونوں قدم قبلہ رخ رکھنا

نماز کے لئے کھڑے ہوتے وقت پاؤں قبلہ کی طرف بالکل سیدھے رکھنے چاہئیں۔ پاؤں کی قدرتی نشست چونکہ ایسی ہے کہ ایڑیوں کے درمیان فاصلہ کم رہتا ہے اور پنجوں کے درمیان زیادہ، اس لئے خاص توجہ اور کوشش کے بغیر یہ مسنون طریقہ اپنایا نہیں جاسکتا، لہٰذا اس کا اہتمام خاص کرنا چاہئے اور نیز دونوں قدموں کے

درمیان چار انگلیوں کے برابر فصل رکھنا اچھا ہے۔ (طحطاوی علی مراقی الفلاح)

جماعت میں بچوں کے شامل ہونے کے مسائل

مندرجہ ذیل مسائل میں علماء کرام کیا فرماتے ہیں، سوالات لکھنے سے پہلے ایک بات عرض کردوں کہ بعض لوگ بچوں کے مسجد میں آنے پر بہت نالاں ہوتے ہیں اور ڈانٹ کر باہر نکال دیتے ہیں، کیا ہر بچے کا یہی حکم ہے یا اس میں کچھ تفصیل ہے؟ برائے کرم اس بارے میں ضرور وضاحت فرمائیں:۔

الجواب حامداً ومصلیاً

پہلے اصولی طور پر کچھ تفصیل لکھی جاتی ہے، اس کے بعد نمبر وار سوال وجواب لکھے جائیں گے۔

مسجد میں ہر بچے کا لانا ممنوع نہیں ہے، بعض کو لانا درست ہے اور بعض کو نہیں، اس لئے مطلقاً بچوں کو مسجد میں آنے سے روکنا اور نکالنا درست نہیں، اس میں کچھ تفصیل ہے اور وہ یہ ہے کہ نابالغ بچوں کی تین قسمیں ہیں:۔

ناسمجھ بچوں کو مسجد میں لانا جائز نہیں

(۱) وہ بچے جو اتنے ناسمجھ اور کم عمر ہوں کہ انہیں پاکی وناپاکی، مسجد وغیرہ کا بالکل شعور نہ ہو، اوران سے مسجد ناپاک ہوجانے کا غالب گمان ہو، ان کا حکم یہ ہے کہ انہیں مسجد میں لانا بالکل جائز نہیں ہے، نمازیوں کو انہیں مسجد میں لانے سے بالکل روک دینا واجب ہے۔

سمجھ دار بچوں کو مسجد میں لانا جائز ہے

(۲) وہ بچے جو کچھ تھوڑی بہت سمجھ رکھتے ہوں اوران سے مسجد کی بے حرمتی اور

ناپاک ہونے کا قوی اندیشہ نہ ہو، ان کا حکم یہ ہے کہ انہیں مسجد میں لانا درست ہے مگر بہتر یہ ہے کہ نہ لایا جائے۔

پوری طرح باشعور بچوں کو مسجد میں لانا جائز ہے

(۳) وہ نابالغ لڑکے جو قریب البلوغ ہوں اور پوری طرح باشعور ہوں، پاکی وناپاکی کو سمجھتے ہوں اور مسجد کا احترام ملحوظ رکھتے ہوں، ان کا حکم یہ ہے کہ انہیں مسجد میں لانا بلا کراہت جائز ہے، بلکہ نماز کی عادت ڈالنے کے لئے لانا ہی چاہئے، البتہ ہر سرپرست کو ان کی بھی نگرانی کرنی چاہئے تاکہ وہ مسجد میں کوئی شرارت یا آداب مسجد کے خلاف کوئی کام نہ کریں۔

جب نابالغ بچے مسجد میں حاضر ہوں تو جماعت شروع کرنے سے پہلے ان کے نماز پڑھنے کی اور امام کی اقتداء میں کھڑے ہونے کی جگہ معین کرنی چاہئے، جس میں یہ تفصیل ہے۔

بچوں کی صف بندی کے متعلق چند احکام

بچوں کی صف کا مردوں کی صف کے پیچھے ہونا سنت ہے، لہٰذا جب جماعت کا وقت ہو اور بچے حاضر ہوں تو پہلے مرد اپنی صفیں بنائیں پھر ان کے بعد بچے اپنی صفیں بنائیں، بچے کم ہوں تو بھی ان کی علیحدہ صف مردوں کی صف کے بعد بنانی چاہئے۔ مردوں کے ساتھ شامل نہ کرنا چاہئے اور حتی الامکان کوشش یہ ہونی چاہئے کہ بچے مردوں کی صفوں میں نہ گھسیں۔ پھر اس ترتیب سے جماعت قائم ہو جانے کے بعد اگر بعد میں کچھ مرد حاضر ہوں تو اوّل وہ مردوں کی صفوں کو مکمل کریں، اگر وہ پوری ہو چکی

ہوں تو پھر بچوں کی صف ہی میں دائیں بائیں شامل ہوجائیں، بچوں کو پیچھے نہ ہٹائیں، کیونکہ بچے اپنے صحیح مقام پر کھڑے ہیں اور مردوں اور بچوں کی مذکورہ ترتیب جماعت کے شروع میں ہے، نماز شروع ہوجانے کے بعد نہیں، اس لئے جماعت شروع ہوجانے کے بعد جس صف میں جگہ ملے وہیں شامل ہوجانا چاہئے۔

بچوں کی صف کو مردوں کے پیچھے بنانے کا یہ حکم اس وقت ہے کہ جب مسجد میں آنے والے بچے تربیت یافتہ اور سلیقہ مند ہوں، مسجد میں شرارتیں نہ کریں، شور نہ مچائیں اور مسجد کے احترام کو مدِ نظر رکھتے ہوئے خاموشی سے نماز ادا کریں۔ اور اگر صورت حال اس کے برعکس ہو اور ان کی علیحدہ صف بنانے میں نماز کے اندر شرارتیں کرنے اور اپنی نماز کو باطل کرنے یا ان کے کسی طرز عمل اور شرارت کی وجہ سے مردوں کی نماز فاسد ہوجانے کا قوی اندیشہ ہو تو پھر ان کی علیحدہ صف نہ بنائی جائے، بلکہ ان کو منتشر اور متفرق طور پر مردوں کی صفوں میں کھڑا کرنا چاہئے اور بہتر ہوگا کہ ان بچوں کو صف میں انتہائی بائیں جانب یا داہنی جانب متفرق طور پر کھڑا کیا جائے تاکہ وہ نماز میں کوئی شرارت کر کے اپنی یا دوسروں کی نماز برباد کرنے کا ذریعہ نہ بنیں، ایسی صورت میں مردوں کی صفوں میں ان کے کھڑے ہونے سے مردوں کی نماز میں کوئی کراہت نہ آئے گی۔ (کذا فی العبارۃ الآتیۃ للتحریر المختار للرافعی)

بات اصل میں یہ ہے کہ بچوں کی دینی تربیت اور اخلاق وآداب کی تعلیم کا تصور ہی مسلمانوں کے ذہن سے نکل گیا ہے۔ وہ مسجد جو مسلمانوں کا روحانی مرکز ہے اور دن میں پانچ مرتبہ اس سے سابقہ پڑتا ہے۔ کبھی اس کے آداب سیکھنے اور بچوں کو سکھانے اور ان پر پابندی سے عمل کرانے کا دھیان ہی نہیں آتا۔ جس کی بناء پر مساجد

کی جو بے حرمتی اور بے ادبی ہوتی ہے وہ ظاہر ہے، اگر ہر شخص اپنے بچوں کی نگرانی کرے اور مسلسل سمجھاتا رہے اور شرارت پر معقول تنبیہ کرے تو کوئی وجہ نہیں کہ بچوں کی اصلاح نہ ہو۔

نیز تسویۂ صفوف جو بروئے حدیث اقامت صلوٰۃ کا ایک جزو ہے، اس پر بھی عمل نہیں رہا، تسویۂ صفوف میں جہاں صفوں کو سیدھا کرنا ہے، وہاں اس میں یہ بھی داخل ہے کہ جماعت میں شریک ہونے والوں کو ان کے اپنے اپنے مقام پر کھڑے ہونے کا حکم کیا جائے اور جب حاضرین کے مراتب کے مطابق صفیں مرتب ہوجائیں اور سیدھی ہوجائیں، کوئی خلا ان میں نہ رہے تو اقامت کہی جائے اور پھر جماعت شروع ہو۔ جب سے اس پر عمل متروک ہوا ہے طرح طرح کی خرابیاں پیدا ہورہی ہیں۔

فی الدر المختار فی أحكام المساجد، ويحرم إدخال صبيان ومجانين حيث غلب تنجيسهم وإلا فيكره وفی الشامی (قولهٗ ويحرم الخ) لما اخرجه المنذری مرفوعاً جنبوا مساجدكم صبيانكم والمراد بالحرمة كراهة التحريم لظنية الدليل والا فيكره ای تنزيهاً تأمّل.

(ج/۱،ص/۴۴۱)

وفی التحرير المختار (قول الشارح والا فيكره) ای حيث لم يبالوا بمراعاة حق المسجد من مسح نخامة او تفل فی المسجد والا فان كانوا مميزين ويعظمون المساجد بتعلم من ولی فلا كراهة فی دخولهم.

(ج/۱،ص/۸۶)

فی الدر المختار ویصف الرجال ثم الصبیان ظاهره تعددهم فلو واحد دخل الصف(قولهٗ فلو واحد دخل الصف) ذکره فی البحر بحثا قال وکذا لو کان المقتدی رجلا وصبیا یصفهما خلفه الخ وقال الرافعی تحت قول الشامی (ذکره فی البحر بحثاً) قال الرحمتی ربما یتعین فی زماننا ادخال الصبیان فی صفوف الرجال لان المعهود منهم اذا اجتمع صبیان فاکثر تبطل صلاة بعضهم ببعض وربما تعدی ضررهم الیٰ افساد صلاة الرجال. انتهیٰ. (ج/۱،ص/۷۳)

فی غنیة المستملی ثم الترتیب بین الرجال والصبیان سنة لافرض هو الصحیح.(ص/۴۸۵) فی الدر المختار ویصف ای یصفهم الامام بان یامرهم بذالک قال الشمنی وینبغی ان یامرهم بان یتراصوا و یسددوا الخلل ویسووا مناکبهم الخ.(ج/۱،ص/۳۸۲)

ایک بچہ کو صف میں کھڑا کرنے کا حکم

سوال نمبر۱:۔ اگر مردوں کی جماعت میں صرف ایک بچہ ہو، کیا اس کو مردوں کی صف کے بعد پچھلی صف میں کھڑا ہونا چاہئے، یا وہ مردوں کے ساتھ بھی کھڑا ہوسکتا ہے، اور اس میں کوئی کراہت تو نہ ہوگی؟

جواب:۔ اگر صرف ایک بچہ ہو تو اس کو مردوں کے ساتھ ان کی صف ہی میں

کھڑا کیا جائے، اور اس میں کوئی کراہت نہیں ہے۔

فی الدر المختار ثم الصبیان ظاهره تعددهم فلو واحد دخل الصف. (ج/ ١، ص/ ٢٨٤)

(و كذا فی العالمگیری وغنیة المستملی)

زیادہ بچوں کی صف کا حکم

سوال نمبر:۔۲۔ اگر بچے ایک سے زیادہ ہوں تو ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟ ان کی صف کہاں ہونی چاہئے؟ کیا وہ بھی مردوں کے ساتھ کھڑے ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر کھڑے ہو جائیں تو کیا کوئی کراہت ہوگی؟

جواب:۔ اگر بچے ایک سے زیادہ ہوں اور ان کی جدا صف بنانے میں نماز خراب ہونے کا کوئی اندیشہ نہ ہو تو مردوں کی صف کے پیچھے ان کی صف بنانی چاہئے اور وہاں انہیں کھڑا کرنا چاہئے، بلاضرورت بچوں کو مردوں کے ساتھ کھڑا کرنا خلاف سنت ہے، خواہ جماعت جمعہ کی ہو یا دیگر فرائض کی اور اگر بچوں کے یکجا جمع ہونے سے ان کی یا مردوں کی نماز خراب ہونے کا قوی اندیشہ ہو تو بچوں کو متفرق طور پر مردوں کی صفوں میں دائیں بائیں جانب کھڑا کر لینا درست ہے۔ (کمامرّ)

بچوں کی صف سے گزر کر اگلی صفوں کو پُر کرنے کا حکم

سوال نمبر۳:۔ اگر مردوں کی صف میں جگہ خالی ہو، لیکن بچوں کی صف درمیان میں حائل ہو تو کیا بچوں کے آگے سے گزر کر مردوں کی صف میں شامل ہونا درست ہے؟

جواب:۔ دورانِ جماعت مردوں کی صفیں پر کرنے کے لئے بچوں کے آگے سے گزرنا درست ہے، ایسی صورت میں گزرنے والا گنہگار نہیں ہوگا، کیونکہ وہ شرعی ضرورت سے ایسا کر رہا ہے، نیز بچوں کی صف درمیان سے چیر کر مردوں کی صف میں ملنا بھی درست ہے۔

فی الدر المختار ولو وجد فرجة فی الاول لا الثانی له خرق الثانی لتقصیرهم الخ (قوله لتقصیرهم) یفید ان الکلام فیما اذا شرعوا وفی الفتنة قام فی اخر صف وبینه وبین الصفوف مواضع خالیة فللداخل ان یمر بین یدیه لیصل الصوف لانه اسقط حرمة نفسه فلا یاثم المار بین یدیه الخ. (ج/۱، ص/۳۸۳)

نماز کے دوران بچوں کو پیچھے دھکیلنا

سوال نمبر:۔۴، مردوں کی صفیں پُر ہو چکی ہوں، لیکن بچوں کی صف میں دائیں بائیں جگہ خالی ہو تو کیا بعد میں آنے والے مردوں کو بچوں کی صف میں شامل ہو جانا درست ہے، یا بچوں کو پیچھے کر دیں؟ اور کیا نماز کی حالت میں بچوں کو پیچھے کرنا چاہئے جیسا کہ بعض لوگوں کا معمول ہے کہ وہ بڑے اہتمام سے بچوں کو پیچھے دھکیل دیتے ہیں اور ان کی جگہ خود کھڑے ہو جایا کرتے ہیں۔ کیا ایسا کرنا درست ہے؟

جواب:۔ اس کی کچھ تفصیل شروع میں گزر چکی ہے، اس سلسلہ میں کوئی صریح جزئیہ تو ملا نہیں، البتہ درج ذیل تصریح کی روشنی میں غور کرنے سے سمجھ میں یہی آتا ہے کہ بعد میں آنے والے مردوں کو بچوں کی صف ہی میں دائیں بائیں کھڑے ہو جانا

چاہئے کیونکہ مردوں اور بچوں کی صفوں کی ترتیب شروع جماعت میں ہے، اور جب بچے اپنی صف میں کھڑے ہوں تو نماز کی حالت میں انہیں پیچھے نہ ہٹانا چاہئے، جولوگ ایسا کرتے ہیں ان کا یہ طرزِ عمل درست نہیں۔

فی البحر الرائق محل هذا الترتيب عند حضور جمع من الرجال وجمع من الصبيان وحينئذ تؤخر الصبيان الخ.

(ج/ ۱، ص/ ۳۷۵)

جمعہ وعیدین میں بچوں کو ساتھ کھڑا کرنے کا حکم

سوال نمبر:۔۵، اگر جمعہ وعیدین وغیرہ کے اجتماع کثیر میں بچوں کو علیحدہ کھڑا کرنے میں بچے کے گم ہو جانے یا اغوا ہو جانے کا اندیشہ ہو، یا تمام بچوں کے ایک جگہ جمع ہونے میں آپس میں لڑائی ہونے یا اور کسی فتنے کا اندیشہ ہو تو بچوں کو اپنے ساتھ کھڑا کرنے کی کوئی گنجائش ہے؟ برائے کرم اس پر غور فرما کر اس کا حل ضرور لکھیں۔

جواب:۔ اگر بچہ ایک ہو تب تو بلا کراہت اپنے ساتھ کھڑا کرنا درست ہے اور اگر متعدد بچے ہیں تو بلا ضرورت مردوں کی صف میں کھڑا کرنا جمعہ وعیدین میں بھی سنت کے خلاف ہے۔ ایسی صورت میں مردوں کی صف سے علیحدہ کوئی جگہ ہو، مثلاً دروازہ یا بڑی کھڑکی یا دروں اور ستونوں کے درمیان کوئی جگہ خالی ہو تو وہاں کھڑا کریں۔ اور جب اجتماعِ عظیم اور مجمعِ کثیر کی بنا پر ان صورتوں میں سے کسی صورت پر عمل کرنا ممکن نہ ہو یا بچوں کو مردوں سے علیحدہ کھڑا کرنے میں بچوں کے گم ہو جانے یا اغوا ہونے یا اور کسی فتنہ وفساد کا اندیشہ ہو تو بچوں کو اپنے ساتھ مردوں کی صف میں متفرق طور پر کھڑا کرنے کی گنجائش ہے، جیسا کہ علامہ رافعی رحمہ اللہ علیہ کی تصریح سے

ثابت ہوا جو شروع میں گزر چکی ہے۔

جگہ روکنے کے لئے کپڑا وغیرہ رکھنا

سوال :۔ اکثر مساجد میں یہ رواج ہو گیا ہے کہ بے ضو لوگ اول صف میں اپنا رومال وغیرہ رکھ کر وضو کرنے باہر چلے جاتے ہیں، یا مسجد میں کسی دوسری جگہ بیٹھے باتیں کرتے رہتے ہیں، اور جماعت کے وقت آجاتے ہیں، جبکہ دوسری جانب بعض محتاط لوگ صف اوّل کے شوق میں اپنے گھر سے وضو کر کے آتے ہیں، اور یہ رومال رکھنے والے ان سے لڑتے ہیں، آیا اس طرح اس جگہ پر رومال رکھنے والوں کا حق ہو جاتا ہے یا نہیں؟

جواب :۔ جو شخص پہلے آکر مسجد میں نہ بیٹھا ہو، وہ اپنا کپڑا کسی جگہ مسجد میں قبضہ کرنے کی غرض سے رکھدے، یہ شرعاً جائز نہیں ہے، اور اس سے اس کا حق بھی قائم نہیں ہوتا، خواہ وہ وضو کی غرض سے جائے یا کسی اور غرض سے جائے۔

(امداد المفتیین بتصرف: ج ۲، ص ۳۱۲)

جو شخص کسی ضرورت سے اُٹھے تو اس جگہ واپس آنا اسی کا حق ہے

سوال :۔ اگر کوئی شخص مسجد سے اُٹھ کر حوائجِ ضروریہ کے لئے مسجد سے باہر آئے اور اپنی جگہ رومال چھوڑ آئے تو یہ اس جگہ کا مستحق ہوگا یا نہیں؟ اگر کوئی اس جگہ بیٹھ گیا تو وہ اس شخص کو اُٹھا سکتا ہے یا نہیں؟

جواب :۔ اگر کوئی شخص پہلے سے مسجد میں آکر مسجد میں کسی جگہ بیٹھا اور پھر بضرورت وضو وغیرہ وہاں سے اُٹھا اور اس جگہ اپنا کپڑا رکھ دیا تو وہ اس جگہ کا زیادہ

مستحق ہے، اگر کوئی دوسرا شخص اس جگہ بیٹھ گیا تو وہ اس کو اٹھا سکتا ہے، اور بغیر اس حالتِ مذکورہ کسی جگہ محض رومال رکھنا اور قبضہ کرنا اچھا نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

وفی ردالمختار: وينبغي تقيدهٔ بما اذا لم يقم عنه على نيته العود بلامهلة كما لو قام للوضوء مثلاً ولا سيما اذا وضع فيه ثوب لتحقق سبق يده.

(امداد المفتین: ج/۲، ص/۲۱۴، بتصرف)

اذان واقامت کے درمیان گفتگو میں مشغول رہنا

عن عبد اللّٰه بن عمرو بن العاص قال قال رسول الله صلى اللّٰه عليه وسلم إذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما يقول ثم صلوا على فإنه من صلى على صلاة صلى اللّٰه عليه بها عشرا ثم سلوا اللّٰه لى الوسيلة فإنها منزلة فى الجنة لا تنبغى إلا لعبد من عباد اللّٰه وأرجو أن أكون أنا هو فمن سأل لى الوسيلة حلت له الشفاعة. (رواه مسلم)

''حضرت عبداللہ ابن عمر ابن عاص رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سرور کائنات ﷺ نے فرمایا: ''جب تم مؤذن کی آواز سنو تو (اس کے جواب میں) اس کے الفاظ کو دہراؤ اور پھر (اذان کے بعد) مجھ پر درود بھیجو کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے تو اس کے بدلہ میں خدا اس پر دس مرتبہ رحمت نازل فرماتا ہے، پھر (مجھ پر درود بھیج کر) میرے لئے (خدا سے) وسیلہ کی دعا کرو۔ وسیلہ جنت کا ایک (اعلیٰ) درجہ ہے جو خدا کے بندوں میں سے صرف ایک بندہ کو ملے گا اور مجھ کو امید ہے

کہ وہ بندۂ خاص میں ہوں گا، لہٰذا جو شخص میرے لئے وسیلہ کی دعا کرے گا (قیامت کے روز) اس کی سفارش مجھ پر ضروری ہوجائے گی۔"

توضیح

مطلب یہ ہے کہ جب مؤذن اذان کہے تو تم بھی مؤذن کے ساتھ اذان کے کلمات دہراتے جاؤ، البتہ چند کلمات ایسے ہیں جن کو بعینہٖ دہرانا نہیں چاہئے بلکہ ان کے جواب میں دوسرے کلمات کہنے چاہئیں۔ جس کی تفصیل آئندہ حدیث میں آرہی ہے، چنانچہ فجر کی اذان میں جب مؤذن:

الصلوٰۃ خیر من النوم.

کہے تو اس کے جواب میں:

صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ وبالحق نَطَقْتَ

"یعنی تم نے سچ کہا اور خیر کثیر کے مالک ہوئے اور تم نے سچ بات کہی) کہنا چاہئے۔"

"وسیلہ" اصل میں اس چیز کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ کسی مطلوبہ چیز کو حاصل کیا جائے اور اس کے سبب سے مطلوبہ چیز کا قرب حاصل ہو، چنانچہ جنت کے ایک خاص اور اعلیٰ درجہ کا نام وسیلہ اسی لئے ہے کہ جو شخص اس میں داخل ہوتا ہے اسے باری تعالیٰ عزاسمہ کا قرب حاصل ہوتا ہے اور اس کے دیدار کی سعادت میسر آتی ہے نیز جو فضیلت اور بزرگی اس درجہ والے کو ملتی ہے وہ دوسرے درجہ والوں کو نہیں ملتی۔

آپ ﷺ کا ارجو (یعنی مجھ کو امید ہے) فرمانا عاجزی اور انکساری کے

طور پر ہے کیونکہ جب آنحضرت ﷺ تمام مخلوق سے افضل و بہتر ہیں تو یہ درجہ یقیناً آپ ﷺ ہی کے لئے ہے۔ کوئی دوسرا اس درجہ کے لائق کیسے ہوسکتا ہے؟ لہٰذا اس لفظ کی تاویل یہ کی جائے گی کہ یہ یقین سے کنایہ ہے یعنی مجھے یہ یقین ہے کہ یہ درجہ مجھے ہی حاصل ہوگا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اذان واقامت کے دوران اذان واقامت کا جواب دینا چاہئے، گفتگو ترک کرنا چاہئے۔

مسجد کی چیزیں مثلاً پنکھے، جھاڑو، لاؤڈ اسپیکر وغیرہ کا تقریبات میں لے جانا

شرعاً مسجد کی چیزیں مسجد سے باہر لیجاکر استعمال کرنا حرام ہے، اس لئے مسجد کا پنکھا، جھاڑو، لاؤڈ اسپیکر وغیرہ کو عاریتاً دیگر شادی وغیرہ کی تقریبات میں استعمال کرنا حرام ہے۔

لان البواری لیست من المسجد حقیقة لکن لها حکم المسجد..... وقال ایضاً ولا یحمل الرجل سراج المسجد الی بیته ویحمل ویعمل من بیته الی المسجد.

(الخلاصة: ج/۱، ص/۲۲۹)

فی قول ابی یوسف انه لایجوز نقل المسجد ونقل ماله الی مسجد آخر فالی غیر المسجد لطریق الاولیٰ.

(امداد الاحکام: ج/۳، ص/۱۷۲)

نماز سے متعلق غلطیاں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلَاةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَى
جُنُوبِكُمْ فَإِذَا اطْمَأْنَنْتُمْ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ
عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا.(النساء:۱۰۳)

’’پھر جب تم نماز پوری کر چکو تو اللہ کو (ہر حالت میں) یاد کرتے رہو،
کھڑے بھی، بیٹھے بھی، اور لیٹے ہوئے بھی، پھر جب تمہیں (دشمن کی
طرف سے) اطمینان حاصل ہو جائے تو نماز قاعدے کے مطابق پڑھو،
بیشک نماز مسلمانوں کے ذمے ایک ایسا فریضہ ہے جو وقت کا پابند ہے۔‘‘

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نماز کے مسائل میں غلطیاں

نماز شروع کرتے وقت زبان سے نیت کے الفاظ دہرانا

زبان سے نیت کے الفاظ ادا کرنا ضروری نہیں اور نہ ہی بدعت ہے اس لئے کہ زبان سے الفاظ کی ادائیگی کوئی مقصود نہیں ہے، بلکہ ذریعہ مقصود ہے، نیت تو صرف مراد قلبی کا نام ہے وہ ادائے نماز کے لئے کافی ہے لیکن عام لوگوں کے قلوب پر عموماً افکار کا ہجوم رہتا ہے اور وہ پوری یکسوئی کے ساتھ قلب کو حاضر نہیں کر پاتے، اس لئے زبان سے بھی الفاظ ادا کرائے جاتے ہیں تاکہ حضور قلب میں جس قدر کمی ہے وہ الفاظ کے ذریعہ سے پوری ہو جائے، چنانچہ اگر کوئی شخص احضار قلب پر قادر نہ ہو تو اس کے لئے الفاظ کا ادا کرنا بھی کافی ہے۔

فالنية هي الارادة فنية الصلوٰة هي ارادة الصلوٰة لله تعالىٰ على الخلوص. والارادة عمل القلب.
(بدائع الصنائع: ج/١، ص/٥٨٧)

لعل الاشبه انه بدعة حسنة عند قصد جمع العزيمة لان الانسان قد تغلب عليه تفرق خاطرة.
(رد المختار: ج/١، ص/٤١٦، سعيد)

مقتدی کا نماز میں بآوازِ بلند قرآن اور دعائیں پڑھنا

مسئلہ:۔ اگر جماعت کے ساتھ نماز پڑھتا ہے یعنی مقتدی ہے تو امام کے پیچھے

قرأۃ نہ کرے اور نہ فاتحہ پڑھے اس پر لازم ہے کہ خاموش رہے اور سنے۔

وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ. (الاعراف ..... آیت/ ۲۰۴)

''اور جب قرآن پڑھا جائے تو تم اس کو پوری توجہ سے سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔''

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے قرآن کریم کی اس آیت کی تفسیر یوں منقول ہے۔

عن یسیر بن جابر صلّی ابن مسعود فسمع أناسًا یقرؤون مع الإمام فلما انصرف قال اَمَا ان لکم ان تفقهوا اما ان لکم أن تعقلوا و إذا قرئ القرآن فاستمعوا له و انصتوا کما أمرکم اللّٰه تعالیٰ.

(تفسیر ابن جریر: ج/ ۹ ا، ص/ ۱۰۳)

''حضرت یسیر بن جابرؒ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی اور چند آدمیوں کو امام کے ساتھ قرأۃ کرتے سنا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کیا وہ وقت ابھی نہیں آیا کہ تم سمجھ اور عقل سے کام لو اور جب قرآن کریم کی قرأۃ ہو تو تم اس کو طرف توجہ کرو اور خاموش رہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے۔''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس آیت کی تفسیر یوں منقول ہے:

عن علی بن ابی طلحۃ عن ابن عباس رضی اللّٰه تعالیٰ

عنهما فی قوله تعالیٰ: وإذا قُرِئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا لعلكم ترحمون يعنی فی الصلوٰة المفروضة.

(كتاب القرأة للبيهقی: ص/۷۳)

''حضرت علی بن ابی طلحہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ''اذا قرئ القرآن الاية'' فرض نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔''

(گو غیر فرض نمازوں مثلاً نماز عید، نماز تراویح وغیرہ بھی عموم الفاظ کے لحاظ سے شامل ہیں)۔

عن ابی موسیٰ الاشعری ﷺ ان رسول الله ﷺ خطبنا فبين لنا سنتنا و علمنا صلوتنا فقال اذا صليتم فاقيموا صفوفكم ثم ليؤمكم احدكم واذا كبر فكبروا واذا قرء فانصتوا. (مسلم ص۱۷۴ ج/۱)

''حضرت ابوموسیٰ اشعری ﷺ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا اور ہمارے لیے ہماری سنتیں بیان کیں اور ہمیں نماز کا طریقہ سکھایا۔ آپ نے فرمایا جب تم نماز پڑھنے لگو تو اپنی صفوں کو سیدھا کرو پھر تم میں سے ایک آدمی تم کو امامت کرائے۔ پس جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأۃ کرے تو تم خاموش رہو۔''

عن جابر بن عبدالله ﷺ ان النبی ﷺ قال من كان له امام فقراة الامام له قرأة. (ابن ماجہ: ص/۶۱)

''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا جس کا امام ہو (یعنی جو امام کے پیچھے اس کی اقتداء میں نماز پڑھ رہا ہو) تو امام کی قرأۃ اس کی قرأۃ ہے۔''

یعنی مقتدی کو پڑھنے کی ضرورت نہیں امام کی قرأۃ سے فریضہ قرأۃ ادا ہو جاتا ہے۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرء فانصتوا واذا قال غیر المغضوب علیھم ولا الضالین فقولوا آمین واذا رکع فارکعوا واذا قال سمع اللّٰہ لمن حمدہ فقولوا ربنا لک الحمد. (صحیح مسلم: ص/۱۷۴، ج/۱)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا بیشک امام اس لیے مقرر کیا جاتا ہے تا کہ اس کی اقتداء کی جائے۔ پس جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأۃ کرے تو تم خاموش رہو اور جب وہ **غیر المغضوب علیھم ولا الضالین** کہے تو تم آمین کہو اور جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب وہ **سمع اللّٰہ لمن حمدہ** کہے تو تم **ربنا لک الحمد** کہو۔''

عن عبد اللّٰہ قال کانوا یقرء ون خلف النبی ﷺ فقال خلطتم علی القرآن. (مسند احمد: ص/۴۵۱، ج/۱)

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ لوگ حضور اقدس ﷺ کے پیچھے نماز میں قرأۃ کرتے تھے تو آپ نے فرمایا

تم نے مجھ پر قرآن کو خلط ملط کر دیا ہے۔ (یعنی تمہارا کام قرأۃ کرنا نہیں یہ امام کا کام ہے تم کیوں گڑ بڑ کرتے ہو)۔"

عن عطاء بن یسارؒ انه سأل زید بن ثابت ﷺ عن القرآة مع الامام فقال لا قرآءة مع الامام فی شیٔ. (مسلم: ص/۲۱۵، ج/۱)

"حضرت عطار بن یسارؒ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت زید بن ثابت ﷺ سے امام کے ساتھ نماز پڑھنے کی صورت میں قرأۃ کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ امام کے ساتھ کسی بھی نماز میں (سری ہو یا جہری) قرأۃ نہیں ہے۔ (یعنی مقتدی ہرگز قرأۃ نہ کرے جہری نماز ہو یا سری)۔"

عن ابی وائل قال جاء رجل الیٰ ابن مسعود ﷺ فقال اقرء خلف الامام قال انصت للقرآن فان فی الصلوٰۃ شغلا و سیکفیک ذلک الامام. (طحاوی: ص/۱۵۰، ج/۱)

"حضرت ابو وائلؒ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عبداللہ بن مسعود ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا: کیا میں امام کے پیچھے قرأۃ کرسکتا ہوں۔ تو حضرت عبداللہ بن مسعود ﷺ نے فرمایا کہ تم خاموش رہو قرآن سننے کے لیے کیونکہ نماز کی حالت میں مشغولیت ہوتی ہے اور تیرے لیے امام کا پڑھنا کافی ہے۔"

فاتحہ کے ساتھ کوئی سورۃ ملانا

فرض کی پہلی دو رکعتوں میں (مقتدی کے علاوہ) اور باقی نمازوں کی جملہ رکعات میں فاتحہ کے ساتھ سورۃ ملانا واجب ہے۔ (ہدایہ: ج/۱۸، ٦٧)

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ اَمَرَنَا نَبِیُّنَا صَلَّی اللّٰہ علیہ وسلم اَنْ نَّقْرَءَ الْفَاتِحَۃَ وَ مَا تَیَسَّرَ. (ابوداؤد: ج/۱، ص/۱۱۸)

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں آنحضرت ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم نماز میں فاتحہ اور جو کچھ میسر ہو قرآن میں سے پڑھیں۔''

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ (مرفوعا) لَاصَلٰوۃَ اِلَّا بِفَاتِحَۃِ الْکِتٰبِ فَمَا زَادَ. (مستدرک حاکم: ج/۱، ص/۲۳۹، وقال الحاکم ھٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ لَاغُبَارَ عَلَیْہِ.)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ نماز فاتحہ اور کچھ زائد حصے کے بغیر نہیں ہوتی۔''

لَاصَلٰوۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَءْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتٰبِ فَصَاعِدًا.

(مسلم: ج/۱، ص/۱۶۹)

''سورہ فاتحہ اور کچھ زائد حصے کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔''

لَاصَلٰوۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَءْ بِالْحَمْدِ وَسُوْرَۃٍ فِیْ فَرِیْضَۃٍ اَوْغَیْرِھَا.

(ترمذی: ص/۲۱)

''نماز الحمد (سورۃ فاتحہ) اور کسی سورۃ کے ملانے کے بغیر نہیں ہوتی خواہ نماز فرض ہو یا اس کے علاوہ۔''

لَاصَلٰوۃَ اِلَّا بِفَاتِحَۃِ الْکِتٰبِ وَاٰیَتَیْنِ. (اَیْ طَوِیْلَتَیْنِ).

(کنزالعمال: ج/۷، ص/۳۱۴، بحوالہ طبرانی)

''سورہ فاتحہ اور دو لمبی آیتوں کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔''

لَاتَجْزِی الْمَکْتُوْبَۃُ اِلَّا بِفَاتِحَۃِ الْکِتٰبِ وَثَلَاثِ اٰیَاتٍ فَصَاعِدًا. (کنز العمال: ج/۷، ص/۳۱۳)

''فرض نماز نہیں ہوتی سورہ فاتحہ اور تین آیات یا اس سے کچھ زیادہ کے بغیر۔''

لَاتَجْزِیْ صَلٰوۃٌ لَایُقْرَءُ فِیْهَا بِفَاتِحَةِ الْکِتٰبِ وَشَیْءٍ مَّعَهَا مِنَ الْقُرْاٰنِ. (نصب الرایه: ج/۱، ص/۳۶۵ بحواله ابونعیم)

''وہ نماز درست نہیں ہوتی جس میں سورہ فاتحہ اور کچھ حصہ قرآن کا نہ پڑھا جائے۔''

عَنْ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ مَرْفُوْعًا اِذَا اسْتَقْبَلْتَ الْقِبْلَةَ فَکَبِّرْ ثُمَّ اقْرَأْ بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ ثُمَّ اقْرَأْ بِمَا شِئْتَ.

(صحیح ابن حبان: ج/۳، ص/۲۰۹، واللفظه له ابوداؤد: ص/۱۲۵)

''حضرت رفاعہ بن رافع ﷛ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جب تم نماز کے لئے قبلہ رخ ہو تو پہلے تکبیر کہو، پھر سورۂ فاتحہ پڑھو اور پھر قرآن میں جو حصہ چاہو پڑھو۔''

جماعت میں شامل ہونے کے لئے امام کا انتظار کرنا

بعض لوگ امام کو سجدہ میں پاتے ہیں تو کھڑے رہتے ہیں۔ اور انتظار کرتے ہیں کہ جب امام اٹھ جائے گا تو ہم ان کے ساتھ شریک ہو جائیں گے جبکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب تم (جماعت میں شریک ہونے کے لئے آؤ اور مجھے سجدہ کی حالت میں پاؤ تو تم بھی سجدہ میں چلے جاؤ اور اس سجدہ کو کسی حساب میں نہ لگاؤ۔ ہاں جس نے (امام کے ساتھ) رکوع پالیا تو اس نے پوری رکعت پالی۔

عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم

اذا جئتم الی الصلوٰۃ ونحن نسجدو فاسجدوا ولاتعدّوہ شیا ومن ادرک رکعۃ فقد ادرک الصلوٰۃ.(رواہ ابوداؤد)

قیام کو لمبا کرنا اور دوسرے ارکان کو مختصر کرنا

قیل للنبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ایّ الصلوٰۃ افضل؟ قال طول القنوت. والقول الاوّل حکاہ الھرویؒ والثانی حکاہ الخطابی وھناک اقوال اخر، کذا فی معارف السنن(ج/۳،ص/۴۶۷) مرتب عفی عنہ.

لفظ ''قنوت'' متعدد معانی کے لئے آتا ہے۔مثلاً طاعت،عبادت،صلوٰۃ،دعاء قیام،طولِ قیام،سکوت، یہاں جمہور نے قیام کے معنی مراد لئے ہیں۔

پھر اس میں اختلاف ہے کہ تطویل قیام افضل ہے یا تکثیر رکعات، امام ابوحنیفہؒ اور ایک روایت کے مطابق امام شافعیؒ کا مسلک یہ ہے کہ طولِ قیام افضل ہے، حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک تکثیر رکعات افضل ہے، امام محمدؒ کا مسلک بھی اسی کے مطابق ہے۔

اور امام شافعیؒ کی دوسری روایت بھی اس کے مطابق ہے، لیکن اُن کا مفتی بہ قول پہلا ہی ہے اور امام ابو یوسفؒ نیز اسحاق بن راہویہ کے نزدیک دن میں تکثیر رکعات افضل ہے اور رات میں تطویلِ قیام، البتہ اگر کسی شخص نے صلوٰۃ اللیل کے لئے کچھ وقت مخصوص کیا ہوا ہو تو رات میں بھی تطویلِ قیام کے بجائے تکثیر رکعات افضل ہے، امام احمد بن حنبلؒ نے اس مسئلہ میں توقف اختیار کیا ہے۔

حنفیہ اور شافعیہ حدیثِ باب سے استدلال کرتے ہیں، جبکہ حضرت ابن عمر رضی

اللہ تعالیٰ عنہما اور ان کے ہم مسلک دوسرے حضرات کا استدلال حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہے، فرماتے ہیں۔

سمعت رسول اللّٰہ علیہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما من عبد یسجد للّٰہ سجدۃ الا رفعہ اللّٰہ بھا درجۃ وحط عنہ بھا خطیئۃ"

لیکن اول تو یہ روایت حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مسلک پر صریح نہیں، نیز سجدہ سے پوری نماز مراد لی جاسکتی ہے۔

امام کے سلام پھیرنے سے پہلے مسبوق کا کھڑا ہونا

ایک مرتبہ آپ ﷺ اور حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ صبح کی نماز میں تاخیر ہوگئی جب وہ پہنچے تو اس وقت عبدالرحمٰن بن عوف ایک رکعت پڑھا چکے تھی تو جب عبدالرحمٰن بن عوف نے محسوس کیا کہ آپ ﷺ تشریف لائے ہیں تو وہ پیچھے ہٹنے لگے لیکن آپ ﷺ نے ان کو نماز پوری کرنے کا اشارہ کیا تو آپ ﷺ اور حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن بن عوف کے ساتھ ایک رکعت پڑھی، پھر جب عبدالرحمٰن بن عوف نے سلام پھیرا تو آپ ﷺ نے کھڑے ہوکر نماز پوری کرلی۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ مسبوق امام کے سلام پھیرنے کے بعد کھڑا ہوگا۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

عن الحسن عن زرارہ بن اوفی ان المغیرۃ بن شعبۃ قال تخلف رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم فذکر ھذہ القصۃ فقال فاتینا الناس وعبدالرحمن بن عوف یصلی بھم الصبح فلما رای النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اراد

ان یتأخر فاومی الیه ان یمضی قال فصلیت انا و النبی علیه الصلوٰة والسلام خلفه فلما سلم قام النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فصلی الرکعة التی سبق بها ولم یزد علیها شیئاً. (اعلاء السنن: ج/۴، ص/۳۴۳)

امام پر سبقت

افعال نماز کی ادائیگی میں امام سے سبقت کرنا مکروہ ہے۔

(شرح نقایہ: ج/۱، ص/۹۴)

عَنْ اَنسٍ رضی اللہ عنہ (مَرْفُوْعًا) اَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ اِمَامُکُمْ فَلَاتَسْبِقُوْنِیْ بِالرُّکُوْعِ وَلَا بِالسُّجُوْدِ وَلَا بِالْقِیَامِ وَلَا بِالْاِنْصِرَافِ. (مسلم: ج/۱، ص/۱۸۰)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! میں تمہارا امام ہوں پس تم مجھ سے سبقت نہ کرو، رکوع سجود قیام میں اور نماز سے پلٹنے میں یعنی فارغ ہونے میں۔''

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللّٰه علیه وسلم قَالَ اَمَا یَخْشٰی اَحَدُکُمْ اِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ قَبْلَ الْاِمَامِ اَنْ یَّجْعَلَ اللّٰهُ رَاْسَهٗ رَاْسَ حِمَارٍ اَوْیَجْعَلَ اللّٰهُ صُوْرَتَهٗ صُوْرَةَ حِمَارٍ.

(بخاری: ج/۱، ص/۹۶)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: سجدہ کی حالت میں جو شخص اپنا سر امام سے پہلے اٹھاتا ہے کیا وہ اس سے ڈرتا نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے سر کو یا اس کی صورت کو گدھے کی

صورت بنادے۔"

نماز میں ہاتھ باندھنے کی جگہ

ہاتھ زیر ناف باندھیں۔ (ہدایہ: ج/۱، ص/۶۵)

۱......محدث ابن ابی شیبہؒ جو امام بخاریؒ، وامام مسلمؒ کے استاذ ہیں وہ حضرت وکیعؒ سے اور وہ موسیٰ بن عمرؒ سے وہ علقمہ بن وائلؒ سے وہ اپنے والد حضرت وائل بن حجرؒ سے روایت کرتے ہیں۔

رَأَیْتُ النَّبِیَّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یَضَعُ یَمِیْنَہٗ عَلٰی شِمَالِہٖ تَحْتَ السُّرَّۃِ. (مصنف ابن ابی شیبہ: ج/۱، ص/۳۹۰، طبع کراچی، اثار السنن: ج/۱، ص/۶۹، وقال اسنادہٗ صحیح)

"میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے نماز میں اپنا داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر زیر ناف رکھا۔"

عَنْ عَلِیٍّ قَالَ مِنْ سُنَّۃِ الصَّلٰوۃِ وَضْعُ الْاَیْدِیْ عَلَی الْاَیْدِیْ تَحْتَ السُّرَرِ. (مسند احمد: ج/۱، ص/۱۱۰)

"حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا ہے کہ نماز کی سنت میں سے ہے، دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا۔"

الحَجَّاج بْنِ حِسَانٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَامِجْلَزٍ اَوْ سَأَلْتُہٗ قَالَ قُلْتُ کَیْفَ یَصْنَعُ قَالَ یَضَعُ بَاطِنَ کَفِّ یَمِیْنِہٖ عَلٰی ظَاہِرِ کَفِّ شِمَالِہٖ وَیَجْعَلُھَا اَسْفَلَ مِنَ السُّرَّۃِ.

"حضرت حجاج بن حسانؒ کہتے ہیں کہ میں نے ابومجلزؒ سے سنا یا دریافت کیا کہ نمازی ہاتھ کس طرح رکھے؟ تو انہوں نے کہا اپنے

دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کے بیرونی حصہ پر رکھے اور اس کو ناف سے نیچے رکھے۔"

عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ يُضَعُ يَمِيْنَهُ عَلٰى شِمَالِهٖ فِى الصَّلٰوةِ تَحْتَ السُّرَّةِ. (مصنف ابن ابی شیبہ: ج/۱، ص/۱۹۰)

"حضرت ابراہیم نخعیؒ نے کہا کہ اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے۔"

عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ ﷺ قَالَ وَضْعُ الْكَفِّ عَلَى الْكَفِّ فِى الصَّلٰوةِ تَحْتَ السُّرَّةِ.

(الجوهر النقى على البيهقى: ج/۲، ص/۳۱)

"حضرت ابوہریرہ ﷺ نے کہا کہ ہاتھ کو ہاتھ پر نماز میں ناف کے نیچے رکھا جائے۔"

عَنْ اَنَسٍ ﷺ قَالَ ثَلَاثٌ مِنْ اَخْلَاقِ النُّبُوَّةِ تَعْجِيْلُ الْاِفْطَارِ وَتَاخِيْرُ السُّحُوْرِ وَوَضْعُ الْيَدِ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى فِى الصَّلٰوةِ تَحْتَ السُّرَّةِ.

(الجوهر النقى على البيهقى: ج/۲، ص/۳۲، بحواله ابن حزمؒ)

"حضرت انس ﷺ نے کہا ہے کہ تین باتیں نبوت کے اخلاق میں سے ہیں۔ روزہ کی افطار میں جلدی کرنا۔ اور سحری میں تاخیر کرنا اور دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر نماز میں ناف کے نیچے رکھنا۔"

نوٹ:۔ ناف کے نیچے ہاتھ باندھے یا ناف کے اوپر یا سینہ پر۔ اس بارہ میں سب مرفوع روایات درجہ دوم اور سوم کی ہیں۔ یا ضعاف ہیں۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ ناف سے نیچے ہاتھ باندھنے کو زیادہ اقراب الی التعظیم خیال کرتے ہیں۔ اور

روایات کے اعتبار سے بھی ان روایتوں کو راجح قرار دیتے ہیں۔ یہ مسئلہ بھی ترجیح سے تعلق رکھتا ہے۔

مسئلہ:۔ عورت کے لئے دائیں ہتھیلی کو بائیں ہتھیلی کے اوپر سینہ پر رکھنا زیادہ استر ہے۔ (شرح نقایہ: ج/۱،ص/۷۳)

استاذ العلماء حضرت مولانا عبدالحیؒ لکھنویؒ لکھتے ہیں:

وَ اَمَّا فِیْ حَقِّ النِّسَآءِ فَاتَّفَقُوْا عَلٰی اَنَّ السُّنَّةَ لَهُنَّ وَضْعُ الْیَدَیْنِ عَلَی الصَّدْرِ. (السعایہ: ج/۲،ص/۱۵۶)

''بہر حال علماء کا اتفاق ہے کہ عورتوں کے حق میں سنت یہ ہے کہ وہ ہاتھ نماز میں سینے پر رکھیں۔''

امام بیہقیؒ کہتے ہیں'' جامع بات اس سلسلہ (کہ عورت کے احکام نماز مرد کے احکام سے الگ ہیں) میں ستر اور پردہ پوشی کی طرف راجع ہے۔ اس لئے کہ عورت مامور ہے ہر اس چیز کے ساتھ جس میں اس کے لئے پردہ زیادہ ہے۔ وہی بات اس کے حق میں بہتر ہوگی۔ رکوع اور سجدہ میں بھی یہی بات (ستر) پیشِ نظر ہے۔ چنانچہ امام بیہقیؒ نے اس بارہ میں جو باب قائم کیا ہے وہ یہ ہے۔

''مستحب ہے عورت کے لئے کہ وہ بازوؤں کو پہلوؤں سے دور نہ رکھے، رکوع اور سجود میں''

پھر امام بیہقیؒ کہتے ہیں، حضرت امام ابراہیم نخعیؒ کہتے تھے، عورت کو حکم دیا جاتا تھا کہ جب وہ سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو اپنی رانوں کے ساتھ چسپاں کردے، اور ساتھ ملادے تاکہ اس کے سرین اوپر نہ اٹھے اور اپنے بازوؤں کو پہلوؤں سے دور نہ رکھے جس طرح مرد رکھتے ہیں۔ (سنن الکبریٰ: ج/۲،ص/۲۲۲)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: عورت جب وہ سجدہ کرتی ہے تو اپنے پیٹ کو رانوں کے ساتھ ملائے۔ یہ اس کے لئے زیادہ ستر کا باعث ہوگا۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ کی اس کی طرف ایسی حالت میں نگاہِ رحمت ہوتی ہے اور وہ اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے۔ کہ اے میرے ملائکہ تم گواہ بن جاؤ میں نے اس عورت کو بخش دیا ہے۔ (سنن الکبریٰ: ج ر۲، ص ر۲۲۳)

ان تمام امور میں عورت کے لئے ستر کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ تو ایسے ہی ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھانے اور سینہ پر رکھنے میں بھی ستر ہی ملحوظ ہے۔

نماز کی بعض دعاؤں کو مقرر کردہ جگہوں پر نہ پڑھنا

مسئلہ:۔ اگر کسی نے رکوع میں سجدہ کی تسبیح یا سجدہ میں رکوع کی تسبیح پڑھ دی تو اس پر سجدۂ سہو واجب نہیں ہے، البتہ مکروہ تنزیہی ہے یاد آجائے تو پھر رکوع یا سجدہ کی تسبیح کہہ لے تاکہ سنت کے مطابق ہو جائے۔ (فتاویٰ دارالعلوم: ص ر۳۸۵، ج ر۴ در مختار)

مسئلہ:۔ رکوع کی تسبیح سجدہ میں کہہ دی، سجدہ ہی میں یاد آنے پر سجدہ کی تسبیح کہنی چاہئے تاکہ سنت کے موافق ہو۔ (فتاویٰ دارالعلوم: ج ر۴، ص ر۳۸۵)

مسئلہ:۔ نماز میں بہ مجبوری زمین پر ہاتھ ٹیک کر اٹھنے میں کوئی حرج نہیں۔

(آپ کے مسائل: ج ر۳، ص ر۳۱۵)

مسئلہ:۔ رکوع میں بجائے تسبیح کے کوئی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ جائے تو سجدۂ سہو لازم نہیں آتا کیونکہ رکوع کی تسبیح واجب نہیں ہے اور تشہد (التحیات) واجب ہے اس میں ایسا کرنے سے یعنی تشہید چھوڑنے سے سجدۂ سہو لازم ہوگا۔

(فتاویٰ دارالعلوم: ج ر۴، ص ر۳۹۶)

مسئلہ:۔نماز میں تکبیر تحریمہ فرض ہے۔اس کے علاوہ باقی نماز کی تکبیرات سنت ہیں۔اس لئے اگر رکوع کو جاتے ہوئے تکبیر بھول گیا تو نماز ہوگئی، سجدۂ سہو بھی لازم نہیں ہے۔ (آپ کے مسائل:ج/۳،ص/۳۱۵)

نماز میں بلاضرورت آنکھیں بند رکھنا

نماز میں آنکھوں کا بند کرنا مکروہ ہے۔(کبیری:ج/۳۵۰،شرح نقایہ:ج/۱،ص/۹۳)

عَنْ اَنَسٍ ﷺ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یا اَنس اجعَلْ بَصَرَکَ حَیْثُ تَسْجُدُ.

(سنن الکبریٰ للبیہقی:ج/۲،ص/۲۸۴)

''حضرت انس ﷺ سے روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اے انس! اپنی نظر اس جگہ رکھو، جہاں سجدہ کرتے ہو۔''

عَن ابن عبَّاس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما قال قال رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اِذَا قَامَ اَحَدُکُمْ فِی الصَّلٰوۃ فَلَایغُمِض عَیْنَیہِ. (مجمع الزوائد:ج/۲،ص/۸۳)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً روایت بیان کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نماز میں ہو تو اپنی آنکھیں بند نہ کرے۔''

عَنْ مُجَاھِدؒ وقَتَادۃ ﷺ اَنَّھُمَا کَانَا یَکْرَھَانِ تَغْمِیْضَ الْعَنْیَیْنِ فِی الصَّلٰوۃِ. (سنن الکبریٰ للبیہقی:ج/۲،ص/۲۸۴)

''حضرت مجاہدؒ اور قتادہ ﷺ سے روایت ہے کہ وہ نماز میں آنکھوں کو بند کرنا مکروہ خیال کرتے تھے۔''

اقامت کے وقت سنت پڑھنا

عن ابی هریره ﷺ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا اقیمت الصلوٰة فلا صلاة اِلاَّ المکتوبة. (رواه مسلم)

''حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب نماز کھڑی ہو جائے (یعنی فرض نماز کے لئے تکبیر کہی جائے) تو فرض نماز کے علاوہ اور کوئی نماز نہ پڑھنی چاہیے۔''

اس بات پر اتفاق ہے کہ ظہر، عصر، مغرب اور عشاء میں جب اقامت ہو جائے تو سنتیں پڑھنا ناجائز ہے، البتہ صبح کی نماز میں اختلاف ہے۔ چنانچہ احناف کے نزدیک جماعت کھڑی ہونے بعد بھی سنتیں پڑھنا جائز ہے۔ احناف کا استدلال وہ احادیث ہیں جن میں سنتِ فجر کی تاکید آئی ہے۔ چنانچہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

لاتدعوا رکعتی الفجر ولو طردتکم الخیل.

''یعنی دشمن کے گھوڑے تمہیں روند بھی ڈالیں۔ تب بھی فجر کی سنتیں نہ چھوڑو۔''

نیز امام طحاوی نے حضرت نافعؒ کے حوالہ سے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما درج ذیل کا اثر نقل کیا ہے۔

ایقظت ابن عمر لصلاة الفجر وقد اقیمت الصلاة فصلی رکعتین. (شرح معانی الاثار: ج/۱، ص/۲۵۷)

''میں نے ابن عمر (عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کو فجر کی نماز کے لئے اس وقت جگایا جس وقت نماز کھڑی ہوگئی تھی تو آپ نے (ابن عمر) نے دو رکعتیں (سنتیں) پڑھیں۔''

نماز کے لئے لباس وزینت کا اہتمام

نماز میں افضل واولیٰ یہ ہے کہ صرف ستر پوشی پر اکتفا نہ کیا جائے بلکہ اپنی وسعت کے مطابق لباس میں زینت اختیار کی جائے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی عادت تھی کہ نماز کے وقت اپنا سب سے بہتر لباس پہنتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ جمال کو پسند فرماتے ہیں، اس لئے میں اپنے رب کے لئے زینت اختیار کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

خذوا زينتكم عند كل مسجد. (سورة الاعراف: ج/ ۳۱)

نیز زینت کے ساتھ نماز کے کپڑوں کا نجاست سے پاک ہونا بھی ضروری ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے۔

وثيابك فطّهر. (المدثر)

''اپنے لباس اور کپڑوں کو پاک کرو۔''

قد قامت الصلوٰۃ کا جواب

جب مکبر تکبیر میں قد قامت الصلوٰۃ کہے تو سامع کو چاہئے کہ اس کے جواب میں اقامها الله وادامها کے الفاظ سے نظام صلوٰۃ کی بقاء اور شعائر اللہ کے دوام کی دعا کرے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

عن ابی امامه او بعض اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان بلالاً اخذ فى الاقامة فلما ان قال قد قامت الصلوة قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اقامها الله وادامها. (رواه ابوداؤد)

''حضرت ابوامامہ یا سرورِ کائنات کے کوئی دوسرے صحابی فرماتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے تکبیر کہنی شروع کردی، جب انہوں نے قدقامت الصلوٰۃ کہا تو آپ ﷺ نے (اس کے جواب میں) فرمایا اقامھا اللّٰہ و ادامھا یعنی اللہ تعالیٰ نماز کو قائم ودائم رکھے۔''

سلام پھیرتے وقت سر ہلانا

سلام پھیرتے وقت سر ہلانے کا ثبوت نہیں ملا، باقی احادیث میں سلام کا جو طریقۂ کار مذکورہ ہے وہ درج ذیل ہے۔

سلام

جب نماز ہو تو پہلے دائیں جانب '' اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ '' کہے اور پھر بائیں جانب کہہ کر سلام سے نکلے۔ (ہدایہ: ج/۱،ص/۷۲)

عن عَامِرِ بن سَعْدٍ عَنْ اَبِیْہِ رضی اللہ عنہ اَرٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یُسَلِّم عَنْ یَمِیْنِہٖ وَعَنْ یَسَارِہٖ حَتّٰی اَرٰی بَیَاضَ خَدِّہٖ. (مسلم: ج/۱،ص/۲۱۶، ابن ابی شیبہ: ج/۱،ص/۲۹۸)

''حضرت سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں دیکھتا تھا رسول اللہ ﷺ کو آپ دائیں طرف اور بائیں طرف سلام پھیرتے تھے۔ یہاں تک کہ میں آپ کے رخسار مبارک کی سفیدی دیکھتا تھا۔''

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان یُسَلِّمُ عَنْ یَمِیْنِہٖ وَعَنْ یَسَارِہٖ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ.
(ترمذی: ص/۶۹)

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ دائیں بائیں

اَلسَّلامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ کہہ کر سلام پھیرتے تھے۔"

مسئلہ:۔ اگر بغیر لفظ سلام کہے کوئی شخص نماز سے اٹھ کر چلا گیا۔ تو نماز لوٹانا واجب ہوگی۔ ورنہ وہ گنہگار ہوگا۔ کیونکہ لفظ اَلسَّلامُ عَلَیْکُمْ کہہ کر نماز سے نکلنا واجب ہے۔ اور واجب کے ترک سے نماز لوٹانا واجب ہے۔

مسئلہ:۔ امام سلام کے وقت ان مقتدیوں کی نیت کرے جو دائیں بائیں ہیں۔ اور کِرَامًا کَاتِبِیْنَ اور محافظ فرشتوں وغیرہ کی۔ اور مقتدی ہر طرف نمازیوں اور ملائکہ اور جس طرف امام ہو تو اس کی نیت کرے۔ اور اگر امام کے بالکل پیچھے ہو تو دونوں طرف امام کی نیت کرے۔ اور منفرد کراماً کاتبین اور ملائکہ حفظہ وغیرہ کی نیت کرے۔ (ہدایہ: ج ۱/ص ۷۲)

مسئلہ:۔ امام کا سلام پھیرنے کے بعد مقتدیوں کی طرف رُخ پھیرنا مستحب ہے۔

عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ ﷺ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صلی اللّٰه علیه وسلم اِذَا صَلّٰی صَلٰوةً اَقْبَلَ عَلَیْنَا بِوَجْهِهٖ. (بخاری: ج ۱/ص ۱۱۷)

"حضرت سمرة بن جندب ﷺ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ سلام پھیر کر ہماری طرف رخ مبارک کر کے متوجہ ہوتے تھے۔"

مسئلہ:۔ امام کے لئے مقتدیوں کی طرف دائیں اور بائیں جانب سے رخ موڑ کر بیٹھنا دونوں طرح درست ہے، کسی ایک جہت کو لازم کرنا گناہ ہے۔

قَالَ عَبْدُاللّٰهِ بنُ مَسْعُوْدٍ ﷺ لَایَجْعَلُ اَحَدُکم لِلشَّیْطَانِ شَیْئًا مِنْ صَلَاتِهٖ یَرٰی اَنَّ حَقًّا عَلَیْهِ اَنْ لَّایَنْصَرِفَ اِلَّا عَنْ

يَمِيْنِهٖ لَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم كَثِيْرًا يَّنْصَرِفُ عَنْ يَسَارِهٖ. (بخاری: ج/۱، ص/۱۱۸)

''حضرت عبداللہ بن مسعود ﷛فرماتے ہیں کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز میں سے کچھ حصہ شیطان کے لئے نہ بنائے۔ وہ یہ خیال کرنے لگے کہ اس پر ضروری ہے کہ وہ نماز ختم کر کے دائیں طرف ہی پلٹے۔ کیونکہ میں نے نبی ﷺ کو بہت دفعہ بائیں طرف سے بھی پلٹتے ہوئے دیکھا ہے۔''

وَكَانَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ ﷛ يَنْفَتِلُ عَنْ يَمِيْنِهٖ وَعَنْ يَسَارِهٖ وَيَعِيْبُ عَلٰى مَنْ يَّتَوَخّٰى اَوْ مَنْ تَعَمَّدَ الْاِنْفِتَالَ عَنْ يَّمِيْنِهٖ.

(بخاری: ج/۱، ص/۱۱۸)

''اور حضرت انس ﷛ پلٹتے تھے دائیں طرف سے اور بائیں طرف سے بھی اور اس پر نکتہ چینی کرتے تھے جو صرف دائیں طرف پلٹنے کا قصد کرتا تھا۔''

ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا

نماز کے بعد دعا کرنا اور دعا میں ہاتھ اٹھانا بھی مسنون اور مستحب ہے۔

عَنْ سلمان ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قَالَ اِنَّ اللّٰهَ يَسْتَحْيِ مِنَ الْعَبْدِ اَنْ يَّرْفَعَ اِلَيْهِ يَدَيْهِ فَيَرُدَّهُمَا خَائِبَتَيْنِ. (مستدرک حاکم: ج/۱، ص/۵۳۵)

''حضرت سلمان فارسی ﷛ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ شرماتا ہے اس بات سے کہ بندہ اس

کے سامنے دُعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور وہ اُن کو خالی اور ناکام لوٹائے۔''

عَنْ عُمَرَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم کَانَ اِذَا مَدَّ یَدَیْہِ فِی الدُّعَآءِ لَمْ یَرُدَّھُمَا حَتّٰی یَمْسَحَ بِھِمَا وَجْھَہٗ. (مستدرک حاکم: ج/۱، ص/۵۳۶)

''امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آنحضرت ﷺ جب دعا میں ہاتھ اٹھاتے، تو اُن کو واپس نہیں لوٹاتے تھے جب تک منہ پر نہ مل لیتے۔''

عَنِ ابن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھما (مرفوعاً) اِذَا سَاَلْتُمُ اللّٰہ فَاسْئَلُوْہُ بِبُطُوْنِ اَکُفِّکُمْ وَلَاتَسْئَلُوْہُ بِظُھُوْرِھَا وَامْسَحُوْا بِھَا وُجُوْھَکُمْ.

(مستدرک حاکم: ج/۱، ص/۵۳۶، ابن ماجہ: ص/۲۷۵)

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو ہاتھوں کے بطون (ہتھیلیوں) کو سامنے رکھ کر سوال کرو۔ ہاتھوں کی پشت کو سامنے رکھ کر سوال نہ کرو۔ اور پھر دُعا کے بعد ہاتھوں کو منہ پر مل لیا کرو۔''

عَنْ مُحَمَّد بن یحیی الاسلمی قال رأیت عبداللّٰہ بن الزُّبَیْر ورأی رَجُلاً رافعا یدیہ یدعو قبل ان یفرغ من صلاتہ فَلَمَّا فرغ منھا قال لہ اَنَّ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لَمْ یَکُنْ یَرفع یدیہ حتی یفرغ عَنْ صلاتہ،

(اعلاء السنن: ج/ ۳، ص/ ۲۰۲، بحواله ابن ابی شیبه وقال رجاله ثقات)

''محمد بن یحییٰ اسلمیؒ نے کہا میں نے حضرت عبداللہ بن زبیر ﷛کو دیکھا کہ انہوں نے ایک شخص کو نماز ختم کرنے سے پہلے ہاتھ اٹھائے ہوئے دیکھا، جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو انہوں نے اس شخص سے کہا آنحضرت ﷺ (دعا کے لئے) ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے جب تک نماز سے فارغ نہ ہو جاتے۔''

عَنْ انس ﷛ عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم انّهٗ قال مَا مِنْ عَبْدٍ بَسَطَ كَفَّيهِ فی دُبُرِ كُلِّ صلوةٍ ثُمَّ يَقُولُ "اَللّٰهُمَّ اِلٰهِیْ وَاِلٰـهَ اِبْرَاهِيْمَ وَ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَاِلٰهَ جِبْرَئِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ وَاِسْرَافِيْلَ اَسْئَلُكَ اَنْ تَسْتَجِيْبَ دَعْوَتِیْ فَاِنِّیْ مُضْطَرٌّ وَتَعْصِمَنِیْ فِیْ دِيْنِیْ فَاِنِّیْ مُبْتَلٰی وَتَنَالَنِیْ بِرَحْمَتِكَ فَاِنِّیْ مُذْنِبٌ وَتَنْفِیَ عَنِّیَ الْفَقْرَ فَاِنِّیْ مُتَمَسْكِنٌ اِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَی اللّٰهِ اَلَّا يَرُدَّ يَدَيْهِ خَائِبَتَيْنِ.

(عمل الیوم واللیلة: ص/ ۶۱، لابن سنّی)

''حضرت انس ﷛ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو بندہ اپنے ہاتھ ہر نماز کے بعد پھیلاتا ہے اور پھر یہ دعا کرتا ہے۔ ''اے اللہ! جو میرا الٰہ ہے، اور ابراہیم، اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کا الٰہ ہے اور جبرائیل، مکائیل، اسرافیل علیہم السلام کا الٰہ ہے، میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو میری دعا قبول فرمالے، کیونکہ میں مجبور و پریشان ہوں اور میری حفاظت فرما اور میرے دین میں کہ میں آزمائش میں ڈالا ہوا ہوں، اور مجھے اپنی رحمت سے نواز کہ میں گنہگار

ہوں، اور مجھ سے فقر دور کردے کہ میں مسکنت والا ہوں۔"

جوشخص ایسی دعا کرے گا، تو اللہ تعالیٰ اس کے دونوں ہاتھوں کو ناکام نہیں لوٹائے گا۔

عَنْ الْاَسْوَدِ الْعَامِرِیِّ عن اَبیه قال صَلَّیْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللّٰه علیه وسلم الْفَجْرَ فَلَمَّا سَلَّمَ انْصَرَفَ وَ رَفَعَ یَدَیْهِ وَدَعَا. (اعلاء السنن: ج/۳، ص/۲۰۷، بحواله ابن ابی شیبه. رفعُ الایدی فی الدّعاء. (بخاری: ج/۲، ص/۹۳۸)

"حضرت اسود عامریؒ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی جب آپ نے سلام پھیرا تو پیچھے پلٹے اور دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔"

آخری دو روایات اگرچہ باعتبار سند کے ضعیف ہیں، لیکن پہلی چار روایتیں اس کی مؤید ہیں جو صحیح اور حسن ہیں۔ ویسے بھی ضعیف روایت استحباب ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔

نوٹ:۔ نماز کے بعد اور دعا میں ہاتھ اٹھانا سنت اور مستحب ہے۔ اگر کوئی ایسا نہ کرے تو اس پر کوئی ملامت نہیں۔

تسبیح کا استعمال

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین وشرح متین کہ آجکل جو تسبیحات یعنی دانے جو دھاگے میں پروئے ہوتے ہیں، یعنی یہ تسبیحات ہاتھ میں رکھنا جائز ہے یا نہیں۔ کیونکہ ایک عالم سے سنا گیا ہے کہ یہ مروّجہ تسبیحات ہاتھ میں رکھنا بدعت ہے اور دوسرا اس میں ریاء کا شبہ ہے اور اس میں ثواب بھی کم ملتا ہے اور ان تسبیحات کے دانوں کی

بجائے انگلیوں پر ذکر کرنے سے ثواب بھی زیادہ ملتا ہے، بدعت سے انسان بچ جاتا ہے، ریاکاری سے بھی انسان بچ جاتا ہے اور یہی انگلیاں قیامت کے دن انسان پر گواہی بھی دیں گی تو کیا دھاگے میں پروئے ہوئے دانے ہاتھ میں رکھ کر اس پر ذکر کرنا بہتر ہے یا انگلیوں پر؟ اور کیا اس عالم کا یہ کہنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب

تسبیح ہاتھ میں رکھنا جائز ہے بدعت نہیں ہے، بشرطیکہ اس سے مقصد ریا نہ ہو لیکن اس کے مقابلے میں انگلیوں پر گننا بہتر ہے، حدیث شریف میں اس کی فضیلت آئی ہے اور اس میں ریاء کا شبہ بھی نہیں ہے۔

فی سنن ابی داؤد عن يسيرة أخبرتها أن النبی صلی اللّٰه عليه وسلم أمرهن أن يراعين بالتكبير والتقديس والتهليل وأن يعقدن بالأنامل فإنهن مسئولات مستنطقات.

فی المنهل العذب المورود(۸: ۱۰۱۴) فيه الحث على الذكر والترغيب فی عده على الانامل لتشهد له يوم القيٰمة ولتعود بركة الذكر اليها و ان العدّ عليها اولیٰ من عده على المسبحه.

وفی الدّر: ۱/ ۶۵ (فرع) لابأس باتخاذ السبحة لغير رياء كما بسط فی البحر وفی الشامية ودليل الجواز ما رواه ابوداؤد و الترمذی عن سعد بن أبی وقاص انه دخل مع رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه و سلم على امرأة وبين يديها نوى أو حصاً تسبح به فقال اخبرک بما

هو أيسر عليك من هذا أو أفضل ؟ فقال: سبحان اللّٰه عدد ما خلق في السماء......فلم ينهها عن ذاك ، وانما راشدها الى ما هو ايسر وافضل ولو كان مكروها لَبَيّن لها ذلك، ولا يزيد السبحة على مضمون هذا الحديث الايضمّ النوى في خيط ومثل ذلك لايظهر تاثيره في المنع فلا جرم ان نقل اتحاذها والعمل بها عن جماعة من الصوفية الاخيار وغيرها اللهمّ الا اذا ترتب عليه رياء وسمعة فلا كلام لنا فيه.

وعن ابن عمرو قال: رأيت النبي صلى اللّٰه عليه وسلم يعقد التسبيح......رواه ابوادؤد والترمذي: ۲/۱۷۸)

الترمذي: عن صفية قالت:" دخل عليَّ رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه و سلم وبين يدي أربعة آلاف نواة أسبح بهنّ، فقال ما هٰذا يا بنت حييّ، قلت اسبح بهنّ ، قال قد سبّحت صدقمت على رأسك اكثر من هذا قلت علّمني يا رسول اللّٰه! قال قولي سبحان اللّٰه عدد ما خلق من شئ.

واخرج ابن سعد عن حكيم بن الديلمي ان سعد بن ابي وقاص كان يسبح بالحصى.

حالتِ نماز میں جمائی کو نہ روکنا

نماز کی حالت میں جمائی کو روکنا چاہئے یہ نماز کے آداب میں سے ہے۔

حضرت ابوسعید الخدری سے روایت کہ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ جب تم میں سے کسی کو

نماز کی حالت میں جمائی آ جائے تو اپنے ہاتھ کو منہ پر رکھو کیونکہ شیطان جمائی کے ساتھ اس میں داخل ہوتا ہے۔

عن أبی سعید الخدری قال قال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم إذا تثائب أحدکم فی الصلاة فلیضع یده علی فیه فإن الشیطان یدخل مع التثاؤب. (مسند احمد)

قرآن پاک کو چومنا

سوال:۔ قرآن شریف پڑھتے وقت رحل پر جھک کر قرآن شریف کو چومنا یعنی بوسہ دینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قرآن شریف کو چومنا برکت اور تعظیم کی غرض سے درست ہے لیکن اٹھا کر چومنا چاہئے، رحل پر رکھے ہوئے جھک کر نہیں چومنا چاہئے۔

روی عن عمر رضی اللّٰه تعالیٰ عنه أنه کان یأخذ المصحف کل غداة ویقبّله، ویقول: عهد ربی، ومنشور ربی عزوجل وکان عثمان رضی اللّٰه تعالیٰ عنه یقبل المصحف ویمسحه علی وجهه.

(درمختار هامش ردالمحتار، فتاویٰ محمودیه)

تقبیل قرآن کریم

سوال:۔ قرآن مجید کو بوسہ دینا اور بوسہ لے کر ماتھے یا آنکھوں پر رکھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قرآن مجید کو بوسہ دینا اور آنکھوں سے لگانا اور ماتھے سے لگانا درست ہے، جیسا

کہ درمختار میں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حالتِ نماز میں دائیں بائیں جھکا رہنا

نماز میں سیدھا کھڑا رہنا چاہئے، دائیں بائیں جھکا رہنا خلاف سنت ہے۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں رسول اللہ ﷺ کی نماز کو تم سے زیادہ جانتا ہوں، آپ ﷺ جب نماز میں کھڑے ہوتے تو سیدھے کھڑے ہوتے۔

عن أبی حمید الساعدی قال سمعته وهو فی عشرة من أصحاب رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و سلم أحدهم أبوقتادة بن ربعی قال أنا أعلمکم بصلاة رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و سلم. کان إذا قام فی الصلاة اعتدل قائماً. (سنن ابن ماجه: ج/۳،ص/۹۹)

نیز یک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز میں کھڑا ہو تو اسے اطمینان کے ساتھ کھڑا رہنا چاہئے۔ یہود کی طرح ادھر ادھر نہ جھکے۔ (تفسیر الالوسی: ج/۱۳،ص/۱۵۸)

فوت شدہ نمازوں کی قضا کا حکم

اگر فرائض فوت ہوجائیں تو تندرست آدمی کے لئے ان کی قضا کرنی ضروری ہے۔ اور اگر بیمار یا فوت ہونے کا خطرہ ہے تو وصیت کرنی ضروری ہوگی، تا کہ اس کی وراثت میں سے ورثاء فدیہ ادا کریں، یا اپنی طرف سے تبرع کریں، بہرحال فوت شدہ نمازوں کی قضاء ضروری ہے، جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

مَنْ نَّام عن صلوٰة أونسیها فَلْیُصل اذا ذکرها.

(رواہ مسلم: ج/۱، ص/۲۳۸)

''جو شخص نماز سے سو گیا یا بھول گیا تو اس کو اس وقت نماز پڑھنی چاہئے جب اسے یاد آجائے۔''

فرض نمازوں کے ساتھ امام ابوحنیفہؒ وتر کو بھی اسی حکم میں شمار کرتے ہیں کیونکہ وتر امام صاحب کے نزدیک واجب ہیں، اور وتر عملاً فرض کے درجہ میں ہی ہوتا ہے، اگر رہ جائے تو اس کی قضاء لازم ہوگی، اور دیگر ائمہ فرماتے ہیں کہ وتر سنن اور نوافل کے درجے میں ہے اگر رہ جائے تو اس کی قضاء نہیں۔

مسئلہ:۔ اگر فوت شدہ نمازیں پانچ سے کم ہوں تو پھر ان میں اور وقتی نمازوں میں ترتیب کو ملحوظ رکھنا بھی فرض ہے، یعنی پہلے فوت شدہ نمازیں پڑھیں اور پھر وقتی نمازیں۔ (ہدایہ: ج/۱، ص/۱۰۲)

عن جابر رضی اللہ عنہ (فی حدیث) فتوضأ رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم وتوضأنا فصلی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و سلم العصر بعد ما غربت الشمس ثم فصلّینا بعدها المغرب.

(بخاری: ج/۲، ص/۵۹۰)

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ پھر آنحضرت ﷺ نے وضوء کیا اور عصر کی نماز سورج غروب ہونے کے بعد پڑھی اور ہم نے بھی، اس کے بعد آپ نے مغرب کی نماز پڑھی، اور ہم نے بھی۔''

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ إن المشرکین شغلوا رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و سلم عن أربع صلوات یوم الخندق حتی ذهب من اللیل ما شاء اللّٰه فأمر بلالا فأذّن ثم أقام فصلی الظهر ثم أقام فصلی العصر ثم أقام فصلی

المغرب ثم أقام فصلّى العشاء. (ترمذی: ص/۸۳)

''حضرت عبداللہ بن مسعود ﷺ کہتے ہیں کہ مشرکین نے رسول اللہ ﷺ کو خندق کی لڑائی کے دن چار نمازوں سے مشغول کردیا یہاں تک کہ رات کا کچھ حصہ گذر گیا پھر حضور ﷺ نے حضرت بلال کو حکم دیا، انہوں نے اذان پڑھی پھر ظہر کی نماز پڑھی پھر اقامت کہی تو عصر کی نماز پڑھی پھر اقامت کہی تو مغرب کی نماز پڑھی، اور اس کے بعد پھر عشاء کی نماز پڑھی۔''

عن ابن عمر قال: إذا نسي أحدكم صلاته فلم يذكرها إلا وهو مع الإمام فليصل مع الإمام فإذا فرغ من صلاته فليصل الصلاة التي نسي ثم ليعد صلاته التي صلى مع الإمام. (دارقطنی: ج/۱، ص/۴۲۱)

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز بھول جائے اور اس کو یاد نہ آئے مگر ایسی حالت میں کہ وہ امام کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہے، وہ امام کے ساتھ نماز پڑھ لے اور فارغ ہونے کے بعد پہلے بھولی ہوئی نماز پڑھے، اور پھر اس نماز کو دوبارہ لوٹائے جو امام کے ساتھ پڑھی ہے۔''

اسی طرح امام زہریؒ اور ابراہیم نخعیؒ سے منقول ہے کہ اگر عصر کی نماز پڑھتے ہوئے یاد آیا کہ ظہر نہیں پڑھی تو ظہر پڑھے پھر عصر دوبارہ پڑھے۔ بشرطیکہ وقت میں وسعت اور گنجائش ہو۔ (طحاوی: ج/۱، ص/۲۷۰)

مسئلہ:۔ اگر فوت شدہ نمازیں پانچ سے زیادہ ہوں تو پھر ترتیب کو ملحوظ رکھنا ضروری

نہیں ہے۔ اگر زیادہ نمازیں فوت ہوگئی تھیں اور پھر قضاء کرتے کرتے پانچ یا اس سے کم رہ گئیں تو پھر بھی ترتیب کو ملحوظ رکھنا لازم ہوگا، ترتیب پھر لوٹ آئی ہے۔ اگر وقتی نماز کا وقت تنگ ہو جائے اور فوت شدہ نماز کو پہلے پڑھنا ممکن نہ ہو تو پھر وقتی نماز کو پہلے پڑھے پھر اس کے بعد فوت شدہ کو قضا کرے، بکثرت نمازیں فوت ہونے سے ترتیب ساقط ہو جاتی ہے۔ (ہدایہ: ج/۱،ص/۱۰۳)

صاحب شرح نقایہؒ لکھتے ہیں۔

لِاَنَّ الْاِشْغَالَ بِالْفَوَآئتِ الْکَثِیْرَۃِ یُؤَدِّیْ اِلیٰ تَفْوِیْتِ الْوَقْتِیَۃِ

(شرح نقایہ: ج/۱،ص/۱۱۰)

''بہت سی فوت شدہ نمازوں کی قضا میں مشغول ہونے سے وقتی نماز فوت ہو جائے گی۔''

علامہ حلبیؒ لکھتے ہیں۔

وَ اَمَّا الْکَثْرَۃُ فَلاَنَّ الْحَرَجَ مَدْفُوْعٌ بِالْکِتَابِ وَعَلَیْہِ الْاِجْمِاعُ اَیْضًا(اِلیٰ اَنْ قَالَ) وَرُبَمَ اَفْضَی الْاِشْتِغَالُ بِالتَّرْتِیْبِ حِیْنَئِذٍ اِلیٰ تَفْوِیْتِ الْوَقتیۃ وَھُوَ حَرَامٌ. (کبیری: ص/۵۳۰)

''مگر فوت شدہ نمازوں کی کثرت اس لئے ترتیب کو ساقط کر دیتی ہے کہ اگر ان کو وقتی نماز سے پہلے پڑھیں تو اس میں حرج ہے اور حرج کتاب اللہ سے مدفوع ہے علاوہ ازیں اس کے مسقط ترتیب ہونے پر اجماع بھی ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بہت سی فوت شدہ نمازوں کو اگر ترتیب کے ساتھ ادا کریں۔ تو وقتی نماز فوت ہو جائے اور یہ حرام ہے۔''

مسئلہ:۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اگر کسی شخص نے فجر کی نماز پڑھی اور

اس کو یاد تھا کہ وتر اُس نے نہیں پڑھے، تو اس کی نماز فاسد ہوگی، پہلے وتر پڑھے اور پھر فجر کی نماز پڑھے۔ (ہدایہ: ج/۱، ص/۱۰۴)

مسئلہ:۔ فوت شدہ نمازوں کے پانچ سے زیادہ ہونے یا وقت کی تنگی یا نسیان کی صورت میں ترتیب ساقط ہو جاتی ہے۔ (ہدایہ: ج/۱، ص/۱۰۲)

عن ابن المسيب في رجل نسي صلاة حتى دخل وقت الأخرى فخشي إن صلى الصلاة الأولى تفوته هذه قال يصلي هذه الصلاة التي يخشى فوتها ولم يضيع مرتين.

(مصنف عبدالرزاق: ج/۲، ص/۴)

''حضرت سعید بن المسیبؒ اس شخص کے بارے میں کہتے ہیں جو نماز بھول گیا یہاں تک کہ دوسری نماز کا وقت داخل ہوگیا اگر وہ پہلی نماز کو پڑھے تو یہ نماز اس کی فوت ہو جائے گی، وہ اس وقتی نماز کو پڑھے۔ جس کے فوت ہونے کا خدشہ ہے، دومرتبہ نماز ضائع نہ کرے۔ یعنی ایک تو پہلے ہی قضا ہوگئی اب دوسری کو قضا نہ کرے۔''

مسئلہ:۔ اگر نسیان یا تنگیٔ وقت کی وجہ سے ترتیب ساقط ہوگئی تھی، وقتی نماز پڑھنے کے بعد یاد آگیا اور وقت میں وسعت تھی تو ترتیب عود کر آئے گی، پہلے قضاء شدہ نماز پڑھے پھر وقتی نماز پڑھے۔

علامہ حصکفیؒ لکھتے ہیں۔

فِي النَّهْرِ وَالسِّرَاجِ عَنِ الدِّرَايَةِ لَوْ سَقَطَ لِلنِّسيَانِ وَالضِّيقِ ثُمَّ تَذَكَّرَ اَو اتَّسَعَ الْوَقْتُ يَعُوْدُ اِتِّفَاقًا.

(درمختار: ج/۱، ص/۱۰۱)

"نهر اور سراج نے بحوالہ درایہ نقل کیا ہے کہ اگر ترتیب نسیان یا تنگی وقت کے سبب ساقط ہوئی تھی پھر یاد آیا اور وقت میں وسعت تھی کہ بھولی ہوئی نماز اور وقتی کو پڑھ سکے تو بالاتفاق ترتیب عود کر آئیگی۔"

مسئلہ:۔ اگر فوت شدہ نمازیں زیادہ ہوں، تو فوت شدہ نمازوں کی نیت اس طرح کریگا کہ سب سے پہلی ظہر وعصر وغیرہ جو میرے ذمہ ہے، اس کو پڑھتا ہوں، یا آخری فجر یا ظہر وغیرہ میرے ذمہ ہے اس کو پڑھتا ہوں۔

مسئلہ:۔ کسی بے نمازی نے توبہ کی، تو جتنی نمازیں عمر بھر میں بلوغت کے بعد سے قضاء ہوئی ہیں، سب کی قضاء پڑھنی واجب ہے، توبہ سے معاف نہیں ہوتیں، البتہ نہ پڑھنے سے جو گناہ ہوا تھا وہ توبہ سے معاف ہوگیا، ان کی قضاء پڑھنی پڑے گی۔

نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض پڑھنے والے کی اقتداء درست نہیں

کوئی نفل نماز پڑھ رہا ہو تو اس کے پیچھے فرض نماز کی اقتدار درست نہیں۔ اگر کسی نے فرض کی اقتداء کی تو اس کی نماز نہیں ہوگی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: امام ضامن ہوتا اور مؤذن امانت دار ہوتا ہے۔

عن ابی هريرة رضي الله عنه قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

الإمام ضامن والمؤذن مؤتمن.

تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فرض پڑھنے والے کی اقتداء نفل پڑھنے والے کے پیچھے درست نہیں۔ کیونکہ کوئی چیز اپنے سے زیادہ قوی چیز کو متضمن نہیں ہوتی ہے۔

(دیکھئے درس ترمذی: ج۱/ص۴۷۴)

قرآن مجید خلافِ ترتیب پڑھنے پر صحابی کا نکیر فرمانا

نماز میں خلاف ترتیب قراءت کرنا مکروہ ہے۔

حدیث میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ فلاں آدمی الٹا قرآن پڑھ رہا ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس کا دل الٹا ہے۔

وقد روینا عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ انہ قیل لہ ان فلانا یقرأ القرآن منکوسا قال ذلک منکوس القلب.

(شعب الایمان للبیھقی: ج/۵، ص/۳۲۴)

اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں قراءت خلاف ترتیب پڑھنا ناجائز ہے، اس سے بچنا چاہئے۔

نماز میں بے وضو ہونا

مسئلہ:۔ اگر کسی نماز پڑھنے والے کو نماز کی حالت میں حدث لاحق ہو جائے، یعنی اگر نماز کے اندر ہی بے وضو ہو جائے (اکثر یہ غیر اختیاری بات ہوتی ہے) تو ایسے شخص کو بلا توقف فوراً ہی وضو کر کے پہلی نماز پر ہی اپنی نماز کی بنا کرنی چاہئے، خواہ یہ بات تشہد کے بعد ہی واقع ہوئی ہو۔ (ہدایہ: ج۱/ص۸۲)

عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنها قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم من أصابه قیء أو رعاف أو قلس أو مذی فلینصرف فلیتوضأ . ثم لیبن علی صلاته وهو فی ذلک لا یتکلم. (ابن ماجہ: ص/۸۵، وبمعناه مصنف عبدالرزاق: ج/۲، ص/۳۴۱، عن ابن جریج عن ابیه مرسلاً.

''ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کو قے لاحق ہو جائے یا نکیر پھوٹ جائے یا مذی خارج ہو جائے تو اس شخص کو پلٹ کر دوبارہ وضوء کرنا چاہئے۔ اور پھر پہلی نماز پر بنا کر لے اگر اس نے کوئی کلام نہیں کیا۔''

عَنْ علی ؓ قال اذا وجد احدکم فی بطنه ذراً اوقيئاً او رعافاً فلينصرف فليتوضا ثم ليبن على صلاته مالم يتكلم.

(مصنف ابن ابی شیبه: ج/۲۸، ص/۱۹۵) ورجال هذا السند على شرط الصحيح الجوهر النقى مع البيهقى: ج/۱، ص/۲۵۶)

''حضرت علی ؓ نے کہا جب تم میں سے کوئی شخص اپنے پیٹ میں گڑبڑ پائے (یعنی ہوا خارج ہو) یا اس کو قے ہوئے یا نکسیر پھوٹ جائے تو اس کو پلٹ کر وضو کرنا چاہئے اور پہلی نماز پر بنا کرلے اگر اس نے کوئی کلام نہیں کیا۔''

عن عبد الله بن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما أنه كان يفتى الرجل إذا رعف فى الصلاة أو ذرعه قىء أو وجد مذيا أن ينصرف فيتوضأ ثم يتم ما بقى من صلاته ما لم يتكلم. (مصنف عبدالرزاق: ج/۲، ص/۳۴۰)

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فتوی دیا کرتے تھے کہ جب کسی کو نماز میں نکسیر پھوٹ جائے، یا قئے لاحق ہو جائے یا مذی خارج ہو تو وہ پلٹ کر وضوء کر کے باقی نماز پوری کرے جب تک کہ اس نے کلام نہ کیا ہو۔''

علامہ ماردینیؒ لکھتے ہیں:۔

وفی الاستذکار لابن عبدالبر بنآء الراعف علی ما صلّٰی ما لم یتکلم ثبت عن عمر رضی اللہ عنہ وعلی رضی اللہ عنہ وابن عمر وروی عن ابی بکر ولا مخالف لهم من الصحابة اِلاَّ المسور وحدهٗ وروی البناء ایضاً عن جماعة الناس بالحجار والعراق والشام ولا اعلم فی ذلک بینهم اختلافاً اِلاَّ الحسن. (الجوهر النقی علی البیهقی: ج/۲،ص/۲۵۷)

''امام ابن عبدالبرؒ نے کتاب الاستذکار میں لکھا ہے نکسیر والے شخص کا پہلی نماز پر بنا کرنا جب تک کہ وہ کلام نہ کرے، یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ سے ثابت ہے اور اسی طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ اور اس سلسلہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کوئی بھی اس کا مخالف نہیں، ماسوا کیلے حضرت مسور رضی اللہ عنہ کے اور اسی طرح اس نماز پر بنا، ایک جماعت سے منقول ہے۔ حجاز، عراق اور شام والوں میں سے اور ان کا سوائے حضرت حسن بصریؒ کے کوئی بھی مخالف نہیں۔''

اسی طرح حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ، امام طاؤس، سالم بن عبداللہؒ، ابراہیم نخعی مکحول سعید بن مسیب، فلاسؒ سے منقول ہے کہ ایسا شخص بنا کرسکتا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ج/۲،ص/۱۹۵،۱۹۶)

مسئلہ:۔ فقہائے کرام کہتے ہیں کہ نئے سرے سے نماز پڑھنا ہی افضل ہے، لیکن بنا کرنا جائز ہے۔ (ہدایہ: ج/۱،ص/۸۲)

قال ابو حنیفة واحبُّ ان یتکلم ویعید الصّلاۃ ولایبنی
وان بنیٰ اجزاہُ. (کتاب الحجہ: ج/ ۱، ص/ ۷۰)

''حضرت امام ابوحنیفہؒ نے کہا میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ یہ ہے کہ وہ کلام کرلے، اور نماز کو دوبارہ پڑھے بنا نہ کرے، لیکن اگر اس نے بناء کرلی تو نماز جائز ہوگی۔''

عن علی بن طلق قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم إذا فسا أحدکم فی الصلاۃ فلینصرف فلیتوضأ ولیعد الصلاۃ.(ابوداؤد: ج/ ۱، ص/ ۷۰)

''حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کسی کی نماز کی حالت میں ہوا خارج ہوجائے تو اس کو چاہئے کہ واپس پلٹ کر وضو کرے اور نماز کو دوبارہ پڑھے۔''

عن ابراھیمؒ قال: یجزیہ والاستیناف احبُّ اِلیَّ.
(کتاب الحجۃ: ج/ ۱، ص/ ۷۰)

''حضرت ابراہیمؒ بھی یہی کہتے ہیں کہ بنا کرلے تو جائز ہے، البتہ بہتر یہ ہے کہ نماز دوبارہ پڑھے۔''

مسئلہ:۔ اگر امام کا نماز کے دوران وضوء ٹوٹ جائے تو ناک پر ہاتھ رکھ کر نکل جائے۔

عن عائشة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنها عن النبی صلی اللّٰہ علیہ و سلم قال إذا صلی أحدکم فأحدث فلیمسک علی أنفه ثم لینصرف. (ابن ماجہ: ص/ ۸۵)

''ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز میں بے وضوء ہو جائے، تو اپنی ناک کو پکڑ کر (تا کہ لوگوں کی وجہ سے اس کو شرم محسوس نہ ہو) نماز سے پھر جائے۔''

مسئلہ:۔ امام کو اگر ایسی حالت میں حدث لاحق ہو تو وہ اپنا نائب (خلیفہ) مقرر کر دے۔ (ہدایہ: ج ۱ر، ص ۸۲ر)

نماز کے بعد اجتماعی دعا مانگنا

فرض نمازوں کے بعد اجتماعی طور پر دعا کرنے کا جو طریقہ رائج ہے، یہ درست ہے، اس کو بدعت کہنا صحیح نہیں۔ محققین علماء اور فقہاءِ دارالعلوم دیوبند کی یہی تحقیق ہے، اسی پر ان کا عمل ہے، اس موضوع پر ان حضرات کے مدلل فتاویٰ اور تحقیقی رسائل موجود ہیں۔ مثلاً حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک رسالہ ''استحباب الدعوات عقیب الصلوٰۃ'' ہے اور ایک رسالہ حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کا'' النفائس المرغوبۃ فی حکم الدعاء بعد المکتوبۃ'' ہے۔

ان تمام اکابرِ فقہاء کرامؒ نے احادیثِ طیبہ اور چاروں اماموں کی معتبر کتابوں کے حوالوں سے فرائض کے بعد کی جانے والی دعا کو نہ صرف جائز بلکہ سنتِ مستحبہ قرار دیا ہے۔

اور ان اکابرؒ نے ان رسائل میں ایسی واضح واضح احادیثِ طیبہ جمع فرمائی ہیں، جن سے امام، مقتدی اور منفرد سب کے واسطے فرض نماز کے بعد دعا کا سنت ہونا ثابت ہوتا ہے اور جب ان سب کے لئے یہ دعا سنت ہے تو فرائض کے بعد امام اور مقتدی

جب اس سنت پر عمل کرتے ہوئے دعا کریں گے تو ضمناً خود بخود اجتماع ہو جائے گا، لیکن یہ اجتماع ایک ضمنی چیز ہے اور جائز ہے اس کے لئے الگ سے صریح اور مستقل ثبوت کا طالب ہونا اور ثبوت نہ ملنے پر اس کو بدعت قرار دینا درست نہیں بلکہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرائض کے بعد ہونے والی اجتماعی دعا کے بارے میں ایک رسالہ تحریر کیا ہے، جس کا نام ''**التحفة المرغوبة فی فضیلة الدعاء بعد المکتوبة**'' ہے اس میں مخدوم صاحبؒ نے اس اجتماعی دعا کے بدعت قرار دینے والوں کو مفصل جواب دیا ہے۔

چنانچہ اس رسالہ کا اقتباس ملاحظہ ہو:۔

قلت فثبت بجميع ما ذكرنا فی هذين الفصلين من الأحاديث النبوية والروايات الفقهية ان الدّعا بعد المكتوبة سنة فان قيل قد ذكر الشيخ عبدالحق الدهلوی رحمة الله فی شرحه علی الصراط المستقيم ما لفظه. اما اين دعا كه ائمهٔ مساجد بعد از سلام نماز ميكنند ومقتديان آمين آمين ميگويند چنانكه الان در ديار عرب وعجم متعارف است از عادت پيغمبر صلی الله عليه وسلم نبود ودرين باب هيچ حديثی ثابت نشده وبدعتی است مستحسن اه. فما الجواب عنه؟ قلت الجواب عنه علی وجوه الوجه الأول انه قال العلامة فتح محمد بن الشيخ عيسی شيطاری صاحب مفتاح الصلاة فی كتابة المسمی بفتوح الأوراد ما

حاصه ان الشيخ عبدالحق انما حكم بكونه بدعة لانه لم يطلع على الأحاديث المروية فى الصحاح الستة وغيرها الواردة فى الأدعية المأثورة بعد الصلوٰة انتهى.

ولهذا قال "درين باب هيج حديثى وارد نشده"

الوجه الثانى أنه اى الشيخ عبدالحق ان اراد ان اصل الدعاء بعد الصلاة بدعة فلاريب ، ان قوله غير صحيح لكونه مردوداً بجميع ما ذكرنا فى هذين الفصلين من الأحاديث النبوية والرايات الفقهية الدالة على سنية الدعاء بعد المكتوبة.

الوجه الثالث أنه اى الشيخ عبدالحق ان أراد ان الدعاء بعد الصلاة بهذه الكيفية المخصوصة من رفع اليدين وقول آمين آمين من المقتدين بدعة فهو غير صحيح أيضا لان رفع اليدين من سنن الدعاء أيضا وقول آمين امين من السامعين من سنن الدعاء أيضا وان كانت هذه الامور سنناً مستحبة لامؤكدة والأمر المركب من السنن المأثورة لايصح القول بكونه بدعة أما كونه رفع اليدين سنة الدعاء فثابت بالاحاديث النبوية والروايات الفقهية أما الأحاديث فمنها ما أخرجه أبو داؤد عن خلاد بن السائب عن أبيه او عن السائب بن يزيد عن أبيه قال كان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم اذا دعا رفع يديه ومسح وجهه بيديه. (رواه الطبرانى فى معجمه الكبير)

و أما كون مسح الوجه باليدين بعدا لفراغ من الدعاء سنة الدعاء فثابت أيضاً بالاحاديث والروايات الفقهية أما الأحاديث فمنها ما قدمنا أنفا فى احاديث رفع اليدين من رواية أبى داؤد والطبرانى.

ومنها ما أخرجه الترمذى عن عمر بن الخطاب رضى اللّٰه عليه وسلم و اذا رفع يديه فى الدعاء لم يردّها حتى يمسح بهما وجهه.

ومنها ما أخرجه ابن ماجه عن ابن عباس رضى اللّٰه عنهما قال قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم اذا فرغت من الدّعاء فامسح بيديک وجهک.

و أما الروايات الفقهية: فهى اكثر من ان تحصى قد ذكرنا فى هذه الرسالة سابقا ولاحقا شيئا منها نقلا عن نور الايضاح وشرح امداد الفتاح ومواهب الرحمن وشرحه البرهان والعقائد السنية ومنهج العمال وغيرهما. وأما كون قول المقتدين: آمين آمين سنة الدعاء فثابت ايضا بالأحاديث والروايات الفقهية.

أما الاحاديث: فمنها ما قال الجزرى فى حصنه أن من آداب الدعاء تأمين المستمع. رواه البخارى ومسلم وابو داؤد والنسائى.

ومن آدابه مسح وجهه بيديه بعد فراغ الدعاء رواه أبوداؤد والترمذى وابن ماجه وابن حبان فى صحيحه

والحاکم فی مستدرکه.

و منها ان اللّٰه سبحانه وتعالیٰ لما أمر موسیٰ وهارون علیهما السلام بالدعاء جعل موسیٰ یدعو وجعل هارون یقول آمین. آمین فاجاب اللّٰه تعالیٰ دعائهما کما بینه اللّٰه تعالیٰ فی القرآن العظیم یقول: قال قد أجیبت دعوتکما ، کما فی کتب التفاسیر.

وأما الروایات الفقهیة: فمنها ما ذکرنا سابقا عن نور الایضاح وشرحه امدادالفتاح وغیرهما ومنها غیر ذلک.

خلاصہ یہ کہ فرائض کے بعد اجتماعی دعا کے تمام اجزاء یعنی نفس دعا اور دونوں ہاتھ اٹھانا، آمین کہنا اور ختم دعا پر دونوں ہاتھ چہرہ پر پھیرنا، سب احادیث طیبہ سے ثابت ہیں، لہٰذا اس کے مجموعہ کو بدعت کہنا درست نہیں ہے۔

البتہ یہ دعا آہستہ اور چپکے چپکے مانگنا افضل ہے کیونکہ قرآن وسنت میں اس کی زیادہ ترغیب دی گئی ہے اور اگر کبھی کبھی امام بلند آواز سے دعا کرے اور مقتدی اس پر آمین کہیں تو تعلیماً یہ بھی جائز ہے لیکن واضح رہے کہ فرائض کے بعد کی مذکورہ دعا کا درجہ تفصیلِ بالا کی روشنی میں بہت سے بہت سنتِ مستحبہ ہے لہٰذا اس دعا کو اس کے اسی درجہ میں رکھتے ہوئے کرنا چاہئے۔

بعض لوگ اس دعا کو فرض وواجب کی طرح ضروری سمجھتے ہیں۔ اور اسی درجہ میں اس پر عمل کرتے ہیں۔ سو یہ واجب الترک ہے، اسی طرح بعض لوگ اس کا التزام کرتے ہیں کہ امام اور مقتدی سب مل کر ہی دعا کریں، ابتداء بھی ساتھ ہو اور انتہا بھی ساتھ ہو جیسا کہ بعض مساجد میں دیکھا جاتا ہے کہ امام کی دعا کے شروع میں مؤذن

زور سے الحمد للّٰہ رب العالمین پڑھتا ہے اور جب امام دعا ختم کرتا ہے تو برحمتک یا ارحم الراحمین پکار کر کہتا ہے اس کو ترک کرنا ضروری ہے، کیونکہ اس التزام کا نتیجہ یہ ہے مقتدی حضرات امام کی دعا کا انتظار کرتے رہتے ہیں، کوئی مقتدی امام کی دعا سے پہلے اپنی دعا نہیں کرسکتا، ورنہ لوگ اس پر طعن کرتے ہیں اور اس کے اس عمل کو معیوب سمجھتے ہیں، حالانکہ اوپر لکھا جاچکا ہے کہ اس دعا میں اجتماع اصل مقصود نہیں بلکہ وہ ایک ضمنی چیز ہے لہٰذا تابع کو اصل دعا کے درجہ سے آگے بڑھانا بھی درست نہیں، جتنی دیر چاہے امام دعا کرے اور جتنی دیر چاہے مقتدی دعا مانگے، دونوں ایک دوسرے کے تابع نہیں ہیں، مقتدی کو اختیار ہے کہ اپنی مختصر دعا مانگ کر چلا جائے اور چاہے امام کے ساتھ دعا ختم کرے اور چاہے امام کی دعا سے زیادہ دیر تک دعا کرتا رہے، ہر طرح جائز ہے اور ہر طرح فرائض کے بعد کی یہ سنتِ مستحبہ ادا ہو جاتی ہے۔

(۲) درسِ قرآن یا درسِ حدیث یا وعظ و تبلیغ کے موقعہ پر اجتماعی طور پر دعا کرنا بلاشبہ جائز ہے اور حدیث ذیل اور صحابی کے عمل سے ایسی اجتماعی دعا کرنا صراحت کے ساتھ ثابت ہے اور تعامل امت بھی اس کے جائز ہونے کی مستقل دلیل ہے، لہٰذا اس کو بدعت قرار دینا درست نہیں ہے۔

مجمع الزوائد میں ایک مستقل باب اس موضوع سے متعلق ہے، ذیل میں اس کو نقل کیا کیا جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو:

باب التأمين على الدعاء: عن أبي هريرة عن حبيب بن مسلمة الفهري وكان مستجابا انه امر على جيش فدرب الدروب فلما لقى العدو قال للناس، سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لايجتمع ملأ

فیدعوا بعضهم ویؤمن سائرهم الاأجابهم اللّٰه ثم انه حمد اللّٰه واثنی علیه وقال اللهم احقن دمائنا واجعل اجورنا اجور الشهداء فبیناهم علی ذلک اذ نزل الهبناط أمیر العدو فدخل علی حبیب سرادقه. روای الطبرانی وقال الهبناط بالرومیة صاحب الجیش ورجاله رجال الصیح غیر ابن لهیعة وهو حسن الحدیث.

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد للهیثمی :ج/۱۰،۱۷۰)

اور مسلم شریف کی حدیث ذیل بھی اجتماعی ذکر کے بعد اجتماعی دعاء اور استغفار کے بارے میں ہے:

وفی روایة مسلم قان ان للّٰه ملائکة سیّارة فضلا یبتغون مجالس الذکر فاذا وجدوا مجلسا فیه ذکر قعدوا معهم وحف بعضهم بعضا باجنحتهم حتی یملؤا ما بینهم وبین السّما الدنیا فاذا تفرقوا عرجوا حتی یملوا ما بینهم وبین السّماء الدنیا فاذا تفرقوا عرجوا صعدوا الی السمآء قال فیسالهم اللّٰه وهو اعلم من أین جئتم فیقولون جئنا من عند عبادک فی الارض یسبحونک ویکبرونک ویهللونک ویحمدونک ویسئلونک قال وماذا یسئالونی قالوا یسئلونک جنتک قال وهل رأو اجنتی قالوا لا ای رب قال وکیف لو رأوا جنتی (وفی روایة للبخاری :فیقولون لو أنهم رأوها کانوا أشد علیها حرصًا وأشد لها طلبًا وأعظم فیها رغبة) قالوا

ویستجیرونک قال ومما یستجیرونی قالوا من نارک قال وھل رأوا ناری قالوا لا قال فکیف لو رأو اناری قالوا یستغفرونک قال فیقول قد غفرت لھم فاعطیتھم ما سألوا و أجرتھم مما استجاروا قال یقولون رب فیھم فلان عبد خطّاء و انما مرّ فجلس معھم قال فیقول ولہ غفرت ھم القوم لایشقیٰ بھم جلیسھم.

(مشکوٰۃ: ج/۱، ص/۱۹۷)

(۳) حدیث مذکور میں یہ حصہ ''فلما سلم انحرف ورفع یدیہ ودعا'' کے بارے میں جامعہ دارالعلوم کراچی کے درجہ تخصص فی الفقہ کے فاضل مولوی عبدالمالک سلمہ نے تحقیق کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث میں ''رفع یدیہ ودعا'' کے الفاظ ثابت نہیں ہیں، ذیل میں ان کی تحقیق نقل کرتا ہوں:

عن الأسود العامری عن ابیہ قال: صلیت مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فلما سلم انحرف رفع یدیہ ودعا. کذا ھذا الحدیث العلامۃ محمد بن الزبید فی رسالتہ سنیۃ رفع الیدین فی الدعاء بعد الصلوات المکتوبۃ لمن شاء: ص/۲۰۲، المطبوعۃ فی آخر. "المعجم الصغیر" لطبرانی معزیالمصنف ابن ابی شیبہ وتبعہ فی مسلک السادات الی سبیل الدعوات وتلخیصہ المطبوع فی اخر الجزء الاول من امداد الفتاوی ونقل الحدیث کذالک العلامۃ البنوری فی معارف السنن : ج/۳، ص/۱۲۳، والعلامۃ العثمانی فی اعلاء السنن

اعتمادا على ابن الزبيدى وغيره ولكن الحديث مذكور فى الموضعين من مصنف ابن ابى شيبة.

الاوّل: كتاب الصلوٰة : باب من كان يستحب اذا سلم ان يقوم أو ينحرف.

الثانى: كتاب الرد على ابن أبى حنيفة ليس فى أحد الموضعين زيادة "رفع يديه ودعا" وانما الحديث الى قوله "فلما سلم انحرف" راجع المصنف لابن أبى شيبة : ج/، ص/ ۳۰۲، من طبعة ادارة القرآن: ج/ ۲،ص/ ۱۸۶ من طبعة الدار السلفية بومبائى.

وأخرج هذا الحديث الامام أبوداؤد فى سننه: ج/ ۱ ،ص/ ۱۶۷ ، كتاب الصلوٰة ، أبواب الامامة باب الامام ينحرف بعد التسليم ، والترمذى فى جامعه: ج/ ۱ ،ص/ ۴۲۷، أبواب الصلوٰة باب ماجاء فى الجماعة فى مسجد قد صلى فيه، والنسائى فى السنن الكبرى: ج/ ۱ ،ص/ ۳۹۶، باب الانحراف بعد التسليم ، وفى المجتبى أيضا: ج/ ۳،ص/ ۶۷ ، كتاب الصلوٰة ، باب الانحراف بعد التسليم ومن طريقة ابن حزم فى المحلى: ج/ ۴، ص/ ۲۶۱ ، كلهم من طريق جابر بن يزيد بن الأسود عن أبيه يزيد بن الاسود العامرى ﷺ وليس فى حديث أحد منهم زيادة "و رفع يديه ودعا" وبهذا ظهر ان الخطا فى نقل الحديث فى موضعين الاوّل فى قولهم: ان الحديث لأبى الاسود العامرى. والصواب.

انه ليزيد بن الاسود العامری، والثانی فی زيادة هم جملة" رفع يديه ودعا" والصواب حذفها. والله عزوجل أعلم بالصواب انتهى.

البتہ حضرت امام طبرانیؒ نے المعجم الکبیر میں اور علامہ ہیثمیؒ نے مجمع الزوائد (۱۰/۱۶۹) میں اور علامہ سیوطیؒ نے اپنا رسالہ "فض الوعاء فی أحادیث رفع الیدین فی الدعاء" میں (ص/۸۶) حضرت عبداللہ بن زبیر ﷺ کی درج ذیل روایت ذکر فرمائی ہے۔

عن محمد بن يحيىٰ الأسلمی قال: رأيت عبد الله بن الزبير و رأى رجلا رافعا يديه، يدعو قبل ان يفرغ من صلاته، فلما فرغ منها قال: " ان رسول الله ﷺ لم يكن يرفع يديه حتى يفرغ من صلاته" رجاله ثقات.

قال الهيثمی فی مجمع الزوائد(۱۰/ ۱۲۹) رواه الطبرانی وترجم له فقال محمد بن ابی يحيى الأسلمی عن عبد الله بن الزبير. ورجاله ثقات.(فض الوعا: ص/۸۶)

"حضرت محمد بن یحییٰ اسلمیؒ فرماتے ہیں، میں نے حضرت عبداللہ بن زبیر ﷺ کو دیکھا اور انہوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نماز سے فارغ ہونے سے پہلے ہی ہاتھ اٹھائے دعا کررہا ہے جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو حضرت عبداللہ بن زبیر ﷺ نے اس سے فرمایا: رسول اللہ ﷺ جب تک نماز سے فارغ نہ ہوتے تھے اس وقت تک (دعا کے لئے) ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے (لہٰذا تم بھی ایسا ہی کیا کرو)۔"

اس حدیث کے تمام راوی ثقہ اور معتبر ہیں اور یہ حدیث صحیح ہے اور فرض نماز کے

بعد کی جانے والی دعا میں ہاتھ اٹھانے پر واضح طور پر دلالت کر رہی ہے نیز مطلق دعا میں ہاتھ اٹھانا صحیح احادیث سے بھی ثابت ہے اور اس کلیہ میں فرائض کے بعد کی دعا بھی شامل ہے اس لئے فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا بلا شبہ درست ہے۔ واللہ اعلم

بچوں کے لئے علیحدہ صف قائم کرنا

بچوں کو الگ صف میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنی چاہئے اور ان کی صف بڑوں کی صف کے پیچھے ہونے چاہئے۔

عن أبی مالک الأشعری قال : ألا أحدثکم بصلاۃ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال أقام الصلاۃ وصف الرجال وصف خلفھم الغلمان ثم صلی بھم فذکر صلاتہ. رواہ أبو داود (مشکوۃ المصابیح)

''حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے لوگوں سے کہا کہ کیا میں تمہیں نبی کریم ﷺ کی نماز کی کیفیت سے آگاہ نہ کروں۔ تو سنو کہ آنحضرت ﷺ نے نماز کے لئے لوگوں کو کھڑا کر کے اول مردوں کی صف قائم کی، پھر ان کے پیچھے لڑکوں کی صف باندھی اور انہیں نماز پڑھائی۔''

بچوں کی تین قسمیں

بڑوں کی صف بندی کے متعلق مسائل تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں، اور کچھ بچوں کے بھی، البتہ بچوں کے بعض مسائل ایسے ہیں جن میں آج کل مسجدوں میں غلفت اور کوتاہی عام پائی جاتی ہے، ان کی اصلاح کے لئے ذیل میں نہایت سادہ اور

سہل انداز میں ان کوتاہیوں کے دور کرنے کی طرف متوجہ کیا گیا ہے، انشاء اللہ یہ اضافہ مفید ہوگا۔

بچوں کی تین قسمیں

بچوں کی پہلی قسم وہ ہے جو ابھی معصوم اور چھوٹے ہیں جن کو مسجد کا شعور ہی نہیں، نہ ان کو مسجد کے آداب کا علم ہے، نہ ان کو نماز کی خبر ہے، اور نہ ان کو یہ علم ہے کہ یہ مسجد اللہ کی عبادت کی جگہ ہے اور ان بچوں سے یہ بھی خطرہ ہے کہ وہ مسجد میں پیشاب کر دیں، یا مسجد میں کھیلیں، کودیں اور اس کی بے حرمتی کریں، جیسے پانچ چھ سال کی عمر تک کے بچے ہوتے ہیں، ایسے بچوں کے بارے میں شرعی حکم یہ ہے کہ ان کو مسجد میں لانا جائز نہیں اور ماں باپ کو اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ ایسے بچے مسجد میں نہ لائیں۔ اور اگر ایسے بچے مسجد میں لائیں گے اور وہ آکر مسجد کی بے حرمتی کریں گے تو ماں باپ گناہ گار ہوں گے، اس لئے کہ وہ بچے خود تو معصوم ہیں۔ مسجد کی انتظامیہ بھی ایسے بچوں کو مسجد میں آنے سے روک سکتی ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ شریعت میں ہر چیز کی حد مقرر ہے۔ اور ان حدود ہی کا نام دین ہے، اور ان حدود کی ہم سب کو پابندی کرنی چاہئے۔

ایسے بچوں کو مسجد میں نہ لانا بہتر ہے

بچوں کی دوسری قسم وہ ہے جو ان سے ذرا بڑے ہوتے ہیں، جو سات سال سے ۱۱ سال تک کی عمر کے ہوتے ہیں، ایسے بچے مسجد کو مسجد سمجھتے ہیں۔ اس کا تھوڑا بہت احترام بھی کرتے ہیں۔ لیکن ابھی پوری سمجھ نہ ہونے کی وجہ سے مسجد کا پورا احترام بجا لانے سے قاصر ہوتے ہیں۔ ایسے بچوں کو مسجد میں لانا جائز ہے، لیکن نہ لانا بہتر ہے۔

ایسے بچوں کو مسجد میں لانا چاہئے

بچوں کی تیسری قسم وہ ہے جو بالغ ہونے کے قریب ہیں۔ جن کی عمر ۱۲ سال سے ۱۴ سال تک کی ہوتی ہے۔ البتہ ۱۵ سال کی عمر کا بچہ شرعاً بالغ سمجھا جاتا ہے، چاہے اس کے اندر بالغ ہونے کی علامات ظاہر ہوں یا نہ ہوں، ایسے بچوں کے بارے میں حکم یہ ہے کہ ان کو مسجد میں لانا چاہئے، تاکہ ان کے اندر نماز با جماعت ادا کرنے کی عادت پڑ جائے۔ کیونکہ بالغ ہوتے ہی ان پر نماز فرض ہو جائے گی۔ اور مسجد میں جماعت سے نماز پڑھنا واجب ہو جائے گا۔ اگر ہم نے پہلے سے ان کو نماز با جماعت کا عادی نہیں بنایا تو بالغ ہونے کے بعد عادت پڑنے میں وقت لگے گا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ نمازیں بھی قضاء کریں گے اور جماعت بھی چھوڑیں گے۔ لہٰذا جب بچہ بالغ ہونے کے قریب ہو جائے تو اس کو مسجد میں لانا شروع کر دیں۔ اور گھر میں اس کو بتاتے رہیں کہ مسجد کا احترام کرنا چاہئے۔ وہاں جا کر نمازیں پڑھتے ہیں۔ ذکر اور تسبیح کرتے ہیں۔ وہاں شور وشغب نہیں کرتے۔ ایسے بچوں کو مسجد کی جماعت میں بھی شامل کریں۔

بچوں کی صف مردوں کے بعد

اور جب مردوں کی صفیں مکمل ہو جائیں تو اس کے بعد ان بچوں کی صفیں بنائیں۔ یہی سنت طریقہ ہے، اور نماز شروع ہونے کے بعد جو لوگ آئیں وہ ان بچوں ہی کی صفوں میں دائیں اور بائیں شامل ہو جائیں۔

بچوں کو ان کی صف سے پیچھے کرنا جائز نہیں

لیکن بعض لوگ اس موقع پر ایک غلطی کرتے ہیں، وہ یہ کہ نماز شروع ہونے کے

بعد جب وہ لوگ مسجد میں آتے ہیں اور صف میں شامل ہوتے ہیں۔ اور بچوں کو صف میں کھڑا دیکھتے ہیں تو ان کا طرزِ عمل یہ ہوتا ہے کہ وہ بچوں کو پیچھے کردیتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص آیا اور بچے کو صف میں کھڑا دیکھ کر اس نے بچے کو کان سے پکڑ کر پیچھے کی صف میں کھڑا کردیا، اور اگر بچے کچھ ضد کرتے ہیں تو اس کو دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر پچھلی صف میں کھڑا کردیتے ہیں، اکثر مساجد میں آپ کو یہ تماشہ نظر آئے گا۔ اب جو شخص بھی آرہا ہے وہ یہ عمل کررہا ہے۔ فرض کریں کہ اگر بچہ جماعت کھڑی ہوتے وقت پہلی صف میں تھا تو سلام کے وقت وہ آخری صف میں پہنچ جاتا ہے، اس لئے کہ ہمارے یہاں عموماً جماعت کھڑی ہوتے وقت نمازی تھوڑے ہوتے ہیں۔ اور اکثریت بعد میں آنے والوں کی ہوتی ہے۔ اب جو بھی بعد میں آتا ہے وہ بچوں کو پچھلی صف میں دھکیل دیتا ہے اور خود اس کی جگہ کھڑا ہوجاتا ہے۔ اور ذہنوں میں یہ بات بیٹھی ہوئی ہے کہ بچوں کے برابر میں کھڑے ہونے سے نماز نہیں ہوتی۔ یہ بات بالکل غلط ہے۔ ذہن کو اس سے بالکل صاف کرلینا چاہئے، شرعی حکم یہ ہے کہ آپ بچوں کے برابر میں کھڑے ہوجائیں۔ چاہئے بچہ اگلی صف میں ہو یا پچھلی صف میں ہو۔ دائیں طرف کھڑا ہو یا بائیں طرف ہو۔ اس کی وجہ سے بالغان کی نماز میں کوئی خلل نہیں آتا۔

ایک اور مسئلہ

ایک بات یہ یاد رکھئے کہ بچوں کی نماز سچ مچ نماز ہے۔ اگرچہ وہ بالغ نہیں ہیں۔ جس کی وجہ سے ان کی نماز چاہے فرض نہ ہو، لیکن وہ نفل نماز ضرور ہے۔ اور جس طرح ہماری نفل نماز ہے، اسی طرح بچوں کی نفل نماز ہے۔ اور جس طرح ہمیں کوئی شخص اگلی صف سے پچھلی صف میں کھینچ کر نہیں لاتا۔ اور اگر کوئی یہ حرکت کرے تو ہم

لڑنے مرنے کے لئے تیار ہو جائیں گے، اسی طرح بچوں کو بھی اگلی صف سے کھینچ کر پچھلی صف میں نہیں لانا چاہئے۔ اسی وجہ سے حضرات فقہاء کرامؒ نے یہ مسئلہ لکھا ہے کہ اگر صف پوری ہو چکی ہو اور اس کے بعد ایک شخص آیا اور اس نے دیکھا کہ اگلی صف مکمل ہو چکی ہے تو وہ اگلی صف سے ایک شخص کو پکڑ کر پچھلی صف میں لائے پھر دونوں مل کر پچھلی صف میں کھڑے ہو جائیں۔ لیکن ساتھ ہی حضرات فقہاء کرامؒ نے یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ یہ حکم اس وقت ہے جب اس شخص کو یہ مسئلہ معلوم ہو جس کو آپ پیچھے کھینچ رہے ہیں۔ اور جب آپ اس کو کھینچیں گے تو وہ آرام سے پیچھے آ جائے گا، اور اگر اندازہ یہ ہے کہ وہ شخص پیچھے آنے کے بجائے لڑنے کے لئے تیار ہو جائے گا تو اس صورت میں اکیلے ہی پچھلی صف میں کھڑے ہو جائیں اور دوسروں کی نماز خراب نہ کریں۔

بعد میں آنے والے پیچھے صف بنائیں

بہر حال جس طرح ہم اپنے لئے اس بات کو ناقابلِ گوارہ سمجھتے ہیں کہ کوئی شخص ہمیں کھینچ کر پیچھے کرے۔ تو پھر یہ بچے کیسے گوارہ کرلیں گے کہ ان کو پیچھے کیا جائے۔ لہٰذا جب بچہ اپنی صحیح جگہ پر کھڑا ہوا ہے تو اس کو اس کی جگہ سے ہٹانا جائز نہیں، اور بعد میں آنے والے جو نمازی ہوں، ان کو چاہئے کہ بچوں کے دائیں اور بائیں کھڑے ہو جائیں۔ اور جب وہ بچوں والی صف پوری ہو جائے تو باقی لوگ اپنی صف بچوں کے پیچھے بنائیں۔ اس لئے کہ یہ بعد میں آنے والے خود تاخیر سے آئے۔ اور اب مجبوراً ان کو پیچھے کھڑا ہونا پڑا۔ اب بچوں کو پیچھے ہٹانا اور خود ان کی جگہ پر کھڑے ہو جانا بالکل درست نہیں۔ گناہ کی بات ہے۔ اور اس عمل کے ذریعہ ہم ان کی نماز فاسد کرتے

ہیں۔ جس کا عذاب اور وبال ہماری گردن پر ہوگا۔

بچوں کو مردوں کی صفوں میں کھڑا کرنا

دوسری صورت یہ ہے کہ جو بچے مسجد میں نماز پڑھنے آرہے ہیں اگر وہ غیر تربیت یافتہ ہیں۔ اور ہم نے ان کی کوئی تربیت نہیں کی۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اگرچہ وہ بالغ ہونے کے قریب ہیں، لیکن مسجد میں بھاگتے دوڑتے رہتے ہیں، کھیل کود کرتے ہیں۔ مسجد میں باتیں کرتے رہتے ہیں۔ ایسے غیر تربیت یافتہ بچے جب مسجد میں آئیں تو اگر ان سب بچوں کو ایک ساتھ کھڑا کیا جائے گا تو سب آپس میں شرارتیں کریں گے۔ اور ایک دوسرے کو نماز میں دھکے دیں گے۔ جس کی وجہ سے ان مردوں کی بھی نماز فاسد ہو سکتی ہے جو ان کے دائیں بائیں کھڑے ہوں گے۔ لہٰذا ایسے بچوں کے بارے میں حکم یہ ہے کہ ان کی علیحدہ صف نہ بنائی جائے، بلکہ ان کو بالغان کی صفوں میں متفرق طور پر کھڑا کر دیا جائے۔ کسی کو دائیں طرف اور کسی کو بائیں طرف، تاکہ نہ تو ان بچوں کی نماز خراب ہو اور نہ مردوں کی نماز خراب ہو۔ اور اگر ایک دو بچے ہوں تو ان کو مردوں کی صف میں کھڑا کر دینا بلا کراہت جائز ہے۔ لہٰذا ہمارے ذہنوں میں جو یہ بات بیٹھی ہوئی ہے کہ اگر بچے مردوں کی صفوں میں شامل ہوں تو مردوں کی نماز فاسد ہو جاتی ہے، یہ تصور غلط ہے، اس کی اصلاح کر لینی چاہئے۔

بچوں کو بے جا ڈانٹنا درست نہیں

اسی سلسلے کی ایک اور بات ہے، وہ یہ کہ بچے بہرحال بچے ہوتے ہیں۔ آپ ان کو کتنا بھی سمجھالیں، بچے، بچے ہی رہیں گے۔ وہ بڑے ابا نہیں بنیں گے، اور شرارت کرنا ان کی فطرت ہے، لہٰذا جب وہ مسجد میں آئیں گے تو کچھ نہ کچھ شرارت ان سے

ہو ہی جائے گی۔ لیکن اس وقت ہم بچے کے ساتھ بہت نازیبا طرز عمل اختیار کرتے ہیں۔ وہ یہ کہ جب وہ مسجد میں کوئی شرارت کرتے ہیں تو ہم ان کو بری طرح ڈانٹ دیتے ہیں۔ اور بعض لوگ ایسی گرجدار آواز سے ڈانٹتے ہیں کہ جس سے بچے کے پیشاب خطا ہونے کا ڈر ہونے لگتا ہے۔ اور پھر بچے کو اس طرح مسجد سے نکال دیتے ہیں جس طرح کسی کتے کو بھگایا کرتے ہیں۔ یہ بہت بدتمیزی کی بات ہے۔ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے:

من لم یرحم صغیرنا ولم یؤقر کبیرنا فلیس منّا.

جو ہمارے چھوٹوں پر رحم اور شفقت نہ کرے، اور ہمارے بڑوں کا احترام نہ کرے، وہ ہم سے نہیں ہے۔ یعنی ایسا شخص میرے طریقے پر اور میری سنت پر قائم نہیں ہے۔ کیا حضور اقدس ﷺ نے کبھی کسی بچے کو ڈانٹا تھا؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اپنے بچپن کے دس سال حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں گزارے، ان کی والدہ حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ان کو آپ کی خدمت کے لئے آپ کے پاس چھوڑ دیا تھا۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس دس سال کے عرصے میں حضور اقدس ﷺ نے مجھے ایک مرتبہ بھی نہیں ڈانٹا، اور نہ کبھی آپ نے یہ پوچھا کہ یہ کام کیوں کیا؟ اور فلاں کام کیوں نہیں کیا؟

حضور ﷺ کا بچوں کے ساتھ طرزِ عمل

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

''حضور اقدس ﷺ نے ایک روز کسی کام کے لئے بھیجا، میں نے کہا خدا کی قسم میں نہیں جاؤں گا اور دل میں یہ بات تھی کہ حضور ﷺ نے

جس کام کے لئے حکم فرمایا ہے، ضرور جاؤں گا، غرض یہ کہ میں چل دیا، بازار میں مجھے بچے کھیلتے ہوئے ملے (میں انہیں دیکھنے لگا حضور میرا انتظار فرما کر وہاں تشریف لائے) اچانک میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ پیچھے سے میری گدی پکڑے ہوئے ہیں، میں نے آپ ﷺ کی طرف دیکھا تو آپ مسکرا رہے تھے اور فرمایا اُنیس! جہاں جانے کے لئے میں نے تم سے کہا تھا، تم وہاں گئے، میں نے عرض کیا، ہاں اے اللہ کے رسول! جا رہا ہوں۔'' (مسلم)

حالانکہ یہ غصہ کرنے کا موقع تھا کہ بھائی! ہم نے تمہیں کام کے لئے بھیجا اور تم کھیل میں لگ گئے؟ لیکن رحمۃ للعالمین جناب رسول اللہ ﷺ کی شفقت اور رحمت کا یہ عالم تھا کہ اس موقع پر بھی آپ نے مسکرا کر صرف اتنا فرمایا کہ بھائی تمہیں ہم نے جس کام کے لئے بھیجا تھا۔ وہاں گئے؟ بس اس سے زیادہ کچھ نہیں فرمایا۔ حضورِ اقدس ﷺ کی سنت تو یہ ہے۔

بچوں کے ساتھ شفقت کا معاملہ کریں

اور ہمارا طرزِ عمل یہ ہے کہ ہم مسجد میں دوسروں کے بچوں کو اس طرح ڈانٹتے ہیں کہ اپنے بچوں کو بھی اس طرح نہیں ڈانٹتے۔ بچوں کے ساتھ یہ بے رحمی کا معاملہ کرنا کیا حضورِ اقدس ﷺ کی سنت ہے؟ جب یہ آپ کی سنت نہیں ہے اور ہم مسلمان ہیں اور آپ کے امتی ہیں تو ہمارے لئے حضورِ اقدس ﷺ کا طریقہ ہی قابلِ عمل ہونا چاہئے۔ اور ایک بات یہ بھی ہے جو شخص غصے میں بچوں کو ڈانٹتا ہے اس کا کبھی پائیدار اثر نہیں ہوتا۔ اس وقت وقتی طور پر بچے سہم جائیں گے، لیکن بچے وہ عمل دوبارہ کریں گے۔

لیکن اگر آپ پیار سے ان کو سمجھائیں گے کہ بیٹا! مسجد میں خاموش رہتے ہیں، شرارت نہیں کرتے ہیں۔ اس کا ادب کرتے ہیں۔ تو وہ بچے آپ کی بھی عزت کریں گے اور انشاء اللہ دوبارہ وہ شرارت نہیں کریں گے۔ لہٰذا جب آپ اس بچے کی عزت کریں گے، اس کا احترام کریں گے تو وہی بچہ بڑا ہو کر آپ کی خدمت کرے گا، بشرطیکہ آپ نے اس کے ساتھ شفقت کا معاملہ کیا ہو۔ لیکن اگر آج آپ اس کو اس طرح ڈانٹ دیں گے تو کل وہ آپ کی طرف رخ بھی نہیں کرے گا۔ لہٰذا جب ہم مسجد میں آنے والے بچوں کے ساتھ شفقت کا برتاؤ کریں گے تو بچے ضرور بات قبول کریں گے اور ان کے دل میں آپ کی بات اترے گی۔ اور اگر اس طرح ان کے ساتھ نازیبا برتاؤ کریں گے تو ہم گناہ گار بھی ہوں گے اور بچوں کی بھی اصلاح نہیں ہوگی۔

سجدہ کی حالت میں ہتھیلی کی انگلیوں کو مٹھی بنا کر رکھنا

عن أبی حمید الساعدی قال : فی نفر من أصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم : أنا أحفظكم بصلاة رسول الله صلی الله علیه وسلم رأیته إذا كبر جعل یدیه حذاء منكبیه وإذا ركع أمكن یدیه من ركبتیه ثم هصر ظهره فإذا رفع رأسه استوی حتی یعود كل فقار مكانه فإذا سجد وضع یدیه غیر مفترش ولا قابضهما واستقبل بأطراف أصابع رجلیه القبلة فإذا جلس فی الركعتین جلس علی رجله الیسری ونصب الیمنی وإذا جلس فی الركعة الآخرة قدم رجله الیسری ونصب

الأخرى وقعد على مقعدته . رواه البخاری

''حضرت ابو حمید ساعدی ﷛ کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے آقائے نامدار ﷺ کے صحابہ کی ایک جماعت میں فرمایا کہ میں رسول ﷺ کے طریقۂ نماز کو تم میں سب سے زیادہ جانتا ہوں۔ میں نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ ﷺ تکبیر کہتے تھے تو اپنے دونوں ہاتھ مونڈھوں تک اٹھاتے تھے اور جب رکوع میں جاتے تھے تو اپنے دونوں زانوں ہاتھوں سے مضبوط پکڑتے تھے اور اپنی پیٹھ جھکا دیتے تھے۔ (تاکہ گردن کے برابر ہو جائے) اور جب اپنا سر رکوع سے اٹھاتے تو سیدھے کھڑے ہو جاتے یہاں تک کہ سارے جوڑ اپنی اپنی جگہ پر آجاتے تھے اور انہیں نہ پھیلاتے تھے اور نہ (پہلو کی طرف) بیٹھتے تھے اور پاؤں کی انگلیاں قبلہ کی طرف سامنے رکھتے تھے اور جب دو رکعتیں پڑھنے کے بعد بیٹھتے تھے تو بائیں پاؤں پر بیٹھتے تھے اور دائیں پاؤں کو کھڑا رکھتے تھے اور جب آخری رکعت پڑھ کر بیٹھتے تھے تو بائیں پاؤں کو آگے نکال دیتے اور دوسرے (یعنی دائیں پاؤں کو کھڑا کر کے کولہے پر بیٹھ جاتے تھے)۔''

سجدہ میں زمین پر ہاتھ رکھنے کا جو طریقہ بتایا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سجدہ کی حالت میں انگلیاں اور ہتھیلیاں زمین پر پھیلا دینی چاہئیں اور پہنچے اٹھے ہوئے اور پہلو اس طرح الگ رکھنے چاہئیں کہ اگر بکری کا بچہ چاہے تو نیچے سے گذر جائے۔

اس حدیث میں اس بات کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا ہے کہ قومہ سے سجدہ میں جانے کے وقت زمین پر پہلے زانو رکھے جائیں یا ہاتھ تو اس سلسلہ میں صحیح مسئلہ یہ ہے کہ

درست تو دونوں طریقے ہیں، لیکن اکثر ائمہ کے نزدیک افضل اور مختار یہی ہے کہ زمین پر پہلے زانو رکھا جائے۔

نماز میں ہونٹ بند رکھنا

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سرور کائنات ﷺ نے نماز میں سدل کرنے اور مرد کو منہ ڈھانکنے سے فرمایا۔

عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ أن رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن السدل فى الصلاة وأن يغطى الرجل فاه. (ابوداؤد)

فقہاء کرام نے منہ ڈھانکنے کے ممنوع ہونے کی ایک وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ اس طرح قراءت اچھی طرح نہیں ہوتی۔ (دیکھئے مظاہر: ج ۱، ص ۵۲۵)

اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں ہونٹ بند رکھنا بھی ممنوع ہے کیونکہ ہونٹ بند رکھنے کی صورت میں قراءت نہیں ہوسکتی۔ جب قراءت نہیں ہوئی تو نماز نہیں ہوگی۔ اس لئے نماز میں ہونٹ بند رکھنا ناجائز ہے۔

اگلی صف سے کھینچ کر ساتھ میں کھڑا کرنا

اگر کوئی شخص نماز میں ایسے وقت پہنچے جبکہ صف بھر چکی ہو تو پیچھے کھڑے ہوتے وقت ایسے شخص کو چاہئے کہ کسی اور شخص کے آنے کا انتظار کرے اگر رکوع تک کوئی نہ آئے تو اگلی صف سے کسی شخص کو کھینچ کر اپنے ساتھ کھڑا کرے اور اس کے ساتھ مل کر نماز پڑھے البتہ اگر اس میں ایذاء کا اندیشہ ہو یا لوگ جاہل ہوں اور اس عمل سے کسی فتنہ کا اندیشہ ہو تو اس صورت میں تنہا کھڑے ہو کر نماز پڑھنا جائز ہے اور نماز بہر حال ہوجائے گی اور کسی قسم کی کراہت بھی نہ ہوگی، البتہ ان احکام کی رعایت نہ کرنے کی

صورت میں کراہت یقیناً ہوگی۔

عن مقاتل بن حیان رفعه قال قال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم : إن جاء رجل فلم یجد أحدا فلیختلج إلیه رجلا من الصف فلیقم معه فما أعظم أجر المختلج.

(السنن الکبریٰ للبیهقی: ج۳، ص۱۰۵)

عورتوں کا جہری نمازوں میں سری قراءت کرنا

عورتوں کی جماعت مکروہ تحریمی ہے اس لئے وہ اکیلی نماز پڑھا کریں گی، اور جہری نمازوں میں جہر یعنی بلند آواز سے پڑھنا یہ امام کے ذمہ واجب ہے۔ اکیلا نماز پڑھنے والے پر نہیں، اس لئے عورتوں پر جہری نمازوں میں بھی آہستہ پڑھنا لازم ہوگا۔ نیز بعض فقہاء کرام کے نزدیک عورت کی آواز عورت ہے، جہر سے اس کی نماز فاسد ہوجائے گی۔ اس لئے احتیاط کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ جہر سے نہ پڑھے، البتہ جو نمازیں جہر سے پڑھ چکی ہیں ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ (فتاوی محمودیہ: ج۶، ص۲۳۵)

وصوتها لیس بعورة علی الراجع ومقابله ما فی النوازل نغمة المرءة عورة. (ردالمحتار: ج۱، ص۴۰۶، سعید)

پاؤں کی انگلیوں کے ذریعہ صف درست کرنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا اپنی صفوں کو درست رکھو میں پشت کی جانب سے بھی تمہیں دیکھتا ہوں پھر اس کے بعد ہم میں سے ہر ایک اپنے کندھے کو اپنے ساتھ والے کے کندھے کے ساتھ اور اپنے قدم کو اپنے ساتھ والے کے قدم سے متصل کرتے۔

وان احدنا یلزق کعبه بکعب صاحبه و رکبته برکبته و منکبه بمنکبه.(مسند احمد ص ۲۷۶ ج ۴)

''اور ہم میں سے ہر ایک اپنے ٹخنہ کو اپنے ساتھ والے کے ٹخنہ کے ساتھ اور اپنے گھٹنے کو اپنے ساتھ والے کے گھٹنے کے ساتھ اور اپنے کندھے کو اپنے ساتھ والے کے کندھے کے ساتھ ملاتے تھے۔''

گردن کو گردن کے برابر میں رکھو

عن انس ﷺ بن مالک عن رسول اللّٰه ﷺ قال رصوا صفوفكم و قاربوا بينها و حاذوا بالاعناق فوی الذی نفسی بیده انی لاری الشیطان یدخل من خلل الصف كانها الحذف.(سنن ابی داؤد ص ۹۷ ج ۱)

''حضرت انس بن مالک ﷺ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا اپنی صفوں کو خوب ملاؤ اور قریب قریب کھڑے ہو اور گردنیں ایک دوسرے کے برابر کے رخ پر رکھو۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے میں شیطان کو دیکھتا ہوں کہ وہ صفوں کے درمیان داخل ہوتا ہے گویا وہ بھیڑ کا بچہ ہے۔''

ان سب روایتوں کا حاصل یہ ہے کہ صف سیدھی ہو اور درمیان میں فاصلہ نہ ہو، قریب قریب کھڑے ہوں ایک دوسرے کے ساتھ متصل و پیوست کھڑے ہوں تا کہ درمیان میں خلا نہ رہے۔ جیسا کہ ابوہریرہ ﷺ کی روایت میں ہے:

عن ابی هريرة ﷺ قال قال رسول اللّٰه ﷺ توسطوا الامام وسدو الخلل.

''حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا امام کو بیچ میں کھڑا کرو اور رخنہ پُر کرو۔''

جہری نماز کی طلوع آفتاب کے بعد قضا کرتے وقت سری قراءت کرنا

وعن أبی هريرة ﷺ قال : إن رسول الله صلی الله عليه وسلم حين قفل من غزوة خيبر سار ليله حتی إذا أدركه الكری عرس وقال لبلال : اكلأ لنا الليل . فصلی بلال ما قدر له ونام رسول الله صلی الله عليه وسلم وأصحابه فلما تقارب الفجر استند بلال إلی راحلته موجه الفجر فغلبت بلالا عيناه وهو مستند إلی راحلته فلم يستيقظ رسول الله صلی الله عليه وسلم ولا بلال ولا أحد من أصحابه حتی ضربتهم الشمس فكان رسول الله صلی الله عليه وسلم أوّلهم استيقاظا ففزع رسول الله صلی الله عليه وسلم فقال : أی بلال فقال بلال أخذ بنفسی الذی أخذ بنفسک قال : اقتادوا فاقتادوا رواحلهم شيئًا ثم توضّأ رسول الله صلی الله عليه وسلم وأمر بلالا و اقام الصلاة فصلی بهم الصبح فلما قضی الصلاة قال: من نسی الصلاة فليصلها إذا ذكرها فإن الله قال أقم الصلاة لذكری. رواه مسلم

''حضرت ابو ہریرہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ''سرورِ کائنات ﷺ جب غزوہ خیبر سے واپس ہوئے تو رات بھر سفر کرتے رہے یہاں تک کہ

(جب) آپ ﷺ پر غنودگی طاری ہونے لگے تو آپ ﷺ آرام کرنے کے لئے آخری رات میں ایک جگہ اتر گئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم ہمارا خیال رکھنا (یعنی صبح ہو جائے تو ہمیں جگا دینا) یہ فرما کر آنحضرت ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم تو سو گئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے (تہجد کی) نماز جس قدر ہو سکی پڑھی۔ جب صبح صادق ہونے کو ہوئی تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ اپنے کجاوہ سے تکیہ لگا کر فجر (مشرق) کی جانب منہ کر کے بیٹھ گئے (تا کہ صبح صادق ہو جائے تو آنحضرت ﷺ کو جگا دیں) حضرت بلال رضی اللہ عنہ کجاوہ سے تکیہ لگائے بیٹھے تھے کہ (اتفاق سے) ان کو بھی نیند آ گئی (چنانچہ صبح صادق کے وقت) آنحضرت ﷺ، حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کوئی بھی بیدار نہ ہوا، یہاں تک کہ جب ان کے اوپر دھوپ آ گئی (اور اس کی گرمی پہنچی) تو سب سے پہلے آنحضرت ﷺ کی آنکھ کھلی اور آپ ﷺ نے گھبرا کر فرمایا کہ "بلال رضی اللہ عنہ یہ کیا ہوا......؟ حضرت بلال رضی اللہ عنہ (بھی گھبرا کر اٹھ بیٹھے اور انہوں) نے عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ! مجھے بھی اس چیز نے پکڑ لیا۔ جس نے آپ ﷺ کو پکڑ لیا تھا (یعنی نیند نے) آپ ﷺ نے فرمایا: "یہاں سے روانہ ہو جاؤ!" چنانچہ سب لوگ تھوڑی دور تک اپنی اپنی سواریاں لے کر چلے، پھر آنحضرت ﷺ نے وضو کیا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو تکبیر کہنے کا حکم دیا۔ چنانچہ انہوں نے نماز کے لئے تکبیر کہی اور آنحضرت ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو صبح کی نماز پڑھائی، جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہو گئے تو فرمایا: "جو شخص (نیند

وغیرہ کی بناء پر) نماز پڑھنی بھول جائے تو یاد آتے ہی فوراً اسے پڑھ
لے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ ''یعنی
میرے یاد کرنے کے وقت نماز پڑھ لو۔'' (مسلم)

توضیح

خیبر مدینہ سے تقریباً سو میل کے فاصلہ پر ہے، بنونضیر کے یہودی جب مدینہ سے اجڑے تو خیبر جا بسے اور پھر خیبر یہودیوں کی سازشوں کا اڈا اور مرکز بن گیا۔ لہٰذا اسلام کی حفاظت کی خاطر اس بات کی ضرورت محسوس کی گئی کہ ان کے اس شر انگیز رِٹھان کو توڑ دیا جائے چنانچہ ۷ھ ہجری میں تقریباً سولہ سو مسلمان مجاہدین کا لشکر سرکارِ دوعالم ﷺ کی قیادت میں خیبر روانہ ہوا اور وہاں پہنچ کر اس کا محاصرہ کرلیا گیا۔ یہ محاصرہ تقریباً دس روز تک جاری رہا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائی اور خیبر کے تمام قلعوں پر قبضہ ہوگیا۔ اس غزوہ کی کامیابی کی سہرا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سر رہا اور انہیں ''فاتحِ خیبر'' کے عظیم لقب سے نوازا گیا کیونکہ آنحضرت ﷺ نے اسلامی لشکر کا جھنڈا انہیں کے ہاتھ میں دیا تھا۔ اور یہی اسلامی لشکر کو کمانڈ کررہے تھے۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے ان سے ایک خاص بہادری یہ ظاہر کرائی کہ خیبر کا پھاٹک جو ستر آدمیوں سے بھی نہیں اٹھتا تھا انہوں نے تنہا اسے اکھاڑ پھینکا۔ جب خیبر فتح ہوگیا تو مسلمانوں اور وہاں کے یہودیوں کے درمیان ایک معاہدہ طے پایا جس کی دو خاص دفعات یہ تھیں۔

(۱) جب تک مسلمان چاہیں گے یہودیوں کو خیبر میں رہنے دیں گے اور جب نکالنا چاہیں گے تو ان کو خیبر سے نکلنا ہوگا۔

(٢) پیداوار کا ایک حصہ مسلمانوں کو دیا جائے گا۔

بہر حال حدیث میں مذکورہ واقعہ اسی غزوہ سے واپسی کے وقت پیش آیا تھا۔

اب یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ طلوعِ آفتاب کے بعد جب آنکھ کھل گئی تھی تو اسی جگہ آنحضرت ﷺ نے قضا نماز کیوں نہ پڑھی؟ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو وہاں سے روانہ ہونے کا حکم دینے کا سبب کیا تھا؟ چنانچہ اس سلسلہ میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ حنفی علماء جن کے نزدیک طلوعِ آفتاب کے وقت قضا نماز پڑھنا منع ہے، فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اس جگہ سے کوچ کرنے کا حکم اس وجہ سے دیا تھا تا کہ آفتاب بلند ہو جائے اور نماز کے لئے وقتِ مکروہ نکل جائے۔

شافعی علماء جن کے ہاں طلوع آفتاب کے وقت قضاء پڑھنی جائز ہے، کہتے ہیں کہ آپ ﷺ وہاں سے قضا نماز پڑھے بغیر فوراً اس لئے روانہ ہوئے کہ وہ جگہ شیاطین کا مسکن تھی جیسا کہ دوسری روایتوں میں اس کی تصریح موجود ہے، چنانچہ مسلمؒ ہی کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ

"دھوپ پھیل جانے پر آنحضرت ﷺ نے یہ حکم دیا کہ ہر شخص اپنی سواری کی عیال پکڑ لے (اور روانہ ہو جائے) اس لئے کہ اس جگہ ہمارے پاس شیطان آ گیا ہے۔"

آنحضرت ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو صرف تکبیر کہنے کا حکم دیا، اذان کے لئے نہیں فرمایا۔ اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ قضاء نماز کے لئے اذان دینا ضروری نہیں ہے جیسا کہ قول جدید کے مطابق حضرت امام شافعیؒ کا مسلک یہی ہے، لیکن شافعی علماء کے نزدیک قول قدیم کے مطابق صحیح مسلک یہی ہے کہ قضاء نماز کے لئے

بھی اذان کہنی چاہئے۔

بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت نماز کے لئے اذان کہی گئی تھی، چنانچہ ہدایہ میں مذکور ہے کہ ''آنحضرت ﷺ نے لیلة التعریس (یعنی مذکورہ رات) کی صبح کو نمازِ فجر کی قضا اذان وتکبیر کے ساتھ پڑھی تھی۔

شیخ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلہ میں مسلمؒ اور ابوداؤدؒ کی کئی حدیثیں نقل کی ہیں، اور فرمایا ہے کہ مسلمؒ کی اس روایت میں جو کچھ ذکر کیا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو تکبیر کہنے کا حکم دیا، چنانچہ انہوں نے تکبیر کہی'' غیر مرادف نہیں ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کے بارہ میں صحیح طور پر یہ ثابت ہو چکا ہے کہ آپ ﷺ نے اس وقت اذان وتکبیر کے ساتھ نماز پڑھی، لہٰذا اس روایت میں فَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ کے معنی یہ ہیں کہ:

''چنانچہ انہوں نے نماز کے لئے اذان کے بعد کہی۔''

یہاں ایک ہلکا سا خلجان اور پیدا ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ

''میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل بیدار رہتا ہے۔''

تو دل کے جاگتے رہنے کے باوجود اس کی کیا وجہ تھی کہ صبح صادق طلوع ہو جانے پر آپ ﷺ مطلع نہیں ہوئے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آفتاب کے طلوع وغروب کو دیکھنا آنکھوں کا کام ہے، دل کا کام نہیں ہے۔ لہٰذا دل کی بیداری کے باوجود صبح صادق کے طلوع ہو جانے پر آپ ﷺ اس لئے مطلع نہیں ہوئے کہ آپ ﷺ کی آنکھیں سو رہی تھیں۔

اور اگر کوئی یہ سوال کر بیٹھے کہ ''آپ ﷺ کو کشف یا وحی کے ذریعہ اطلاع کیوں نہ دی گئی؟ تو اس کا جواب یہ ہوگا کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی مرضی پر موقوف تھا، دوسرے اس

میں یہ حکمت بھی تھی کہ اِس طریقہ سے امت کو قضا کے احکام معلوم ہو گئے۔

نماز کفر وایمان کے درمیان امتیازی علامت ہے

عَنْ جَابِرٍ ﷺ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰه صَلّٰى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ العَبْدِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلٰوةِ. (رواه مسلم)

''حضرت جابر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بندہ کے اور کفر کے درمیان نماز چھوڑ دینے ہی کا فاصلہ ہے۔

توضیح

مطلب یہ ہے کہ نماز دین اسلام کا ایسا شعار ہے، اور حقیقت ایمان سے اس کا ایسا گہرا تعلق ہے کہ اس کو چھوڑ دینے کے بعد آدمی گویا کفر کی سرحد میں پہنچ ہو جاتا ہے۔

عن بريدة قال : قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه و سلم العهد الذى بيننا وبينهم تركُ الصلٰوة فمن تركها فقد كفر. (رواه احمد)

''حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ ہمارے اور اسلام قبول کرنے والے عام لوگوں کے درمیان نماز کا عہد و میثاق ہے۔ (یعنی ہر اسلام لانے والے سے ہم نماز کا عہد لیتے ہیں جو ایمان کی خاص نشانی اور اسلام کا شعار ہے) پس جو کوئی نماز چھوڑ دے تو گویا اُس نے اسلام کی راہ چھوڑ کے کافرانہ طریقہ اختیار کرلیا۔''

عن أبى الدرداء قال أوصانى خليلى صلى اللّٰه عليه

وسلم أن لا تشرك بالله شيًا وإن قطعت وحرقت ولا تترك صلاة مكتوبة معتمدا فمن تركها متعمدا فقد برئت منه الذمة . ولا تشرب الخمر فإنها مفتاح كل شر . (رواه ابن ماجه)

''حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے خلیل ومحبوب ﷺ نے مجھے وصیت فرمائی ہے کہ اللہ کے ساتھ کبھی کسی چیز کوشریک نہ کرنا، اگرچہ تمہارے ٹکڑے کردیئے جائیں اور تمہیں آگ میں بھون دیا جائے اور خبردار کبھی بالا رادہ نماز نہ چھوڑنا، کیونکہ جس نے دیدہ دانستہ اور عمداً نماز چھوڑ دی تو اس کے بارے میں وہ ذمہ داری ختم ہوگئی جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُس کے وفادار صاحب ایمان بندوں کے لئے ہے، اور خبردار شراب کبھی نہ پینا کیونکہ وہ ہر برائی کی کنجی ہے۔''

توضیح

جس طرح ہر حکومت پر اُس کی رعایا کے کچھ حقوق لازم ہوتے ہیں، اور رعایا جب تک بغاوت جیسا کوئی سنگین جرم نہ کرے اُن حقوق کی مستحق سمجھی جاتی ہے، اسی طرح مالک الملک حق تعالیٰ شانہ نے تمام ایمان لانے والوں اور دین اسلام قبول کرنے والوں کے لئے کچھ خاص احسانات وانعامات کی ذمہ داری محض اپنے لطف وکرم سے لے لی ہے (جس کا ظہور انشاء اللہ آخرت میں ہوگا) اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرکے بتایا ہے کہ دیدہ ودانستہ اور بالا ارادہ نماز چھوڑ دینا دوسرے تمام گناہوں کی طرح صرف ایک گناہ نہیں ہے، بلکہ باغیانہ قسم

کی ایک سرکشی ہے جس کے بعد وہ شخص ربِ کریم کی عنایت کا مستحق نہیں رہتا اور رحمت خداوندی اس سے بری الذمہ ہو جاتی ہے۔

اسی مضمون کی ایک حدیث بعض دوسری کتابوں میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت سے بھی ذکر کی گئی ہے، اس میں رسول اللہ ﷺ نے نماز کے بارہ میں قریب قریب انہی الفاظ میں تاکید وتنبیہ فرمائی ہے، لیکن اس کے آخری الفاظ تارکِ نماز کے بارے میں ہیں۔

فَمَنْ تَرَكَهَا مُتَعَمِّداً فَقَدْ خَرَجَ مِنَ الْمِلَّةِ.

(رواه الطبرانی، الترغیب للمنذری)

''جس نے دیدہ ودانستہ اور عمداً نماز چھوڑ دی تو وہ ہماری ملت سے خارج ہو گیا۔''

ان حدیثوں میں ترکِ نماز کو کفر یا ملت سے خروج اسی بناء پر فرمایا گیا ہے کہ نماز ایمان کی ایسی اہم نشانی اور اسلام کا ایسا خاص الخاص شعار ہے کہ اس کا چھوڑ دینا بظاہر اس بات کی علامت ہے کہ اس شخص کو اللہ ورسول سے اور اسلام سے تعلق نہیں رہا اور اس نے اپنے کو ملت اسلامیہ سے الگ کر لیا ہے۔ خاص کر رسول اللہ ﷺ کے عہد سعادت میں چونکہ اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا کہ کوئی شخص مؤمن اور مسلمان ہونے کے بعد تارکِ نماز بھی ہو سکتا ہے اس لئے اس دور میں کسی کا تارکِ نماز ہونا اُس کے مسلمان نہ ہونے کی عام نشانی تھی۔ اور اس عاجز کا خیال ہے کہ جلیل القدر تابعی عبداللہ بن شقیق نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارہ میں جو یہ فرمایا کہ:

كَانَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايَرَوْنَ شَيْئًا مِنَ الْاَعْمَالِ تَرْكُهُ كُفْراً غَيْرَ الصَّلٰوةِ.

(مشکوۃ بحوالہ جامع ترمذی)

''رسول اللہ ﷺ کے صحابۂ کرام نماز کے سوا کسی عمل کے ترک کرنے کو بھی کفر نہیں سمجھتے تھے۔''

تو اس عاجز کے نزدیک اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ صحابہ کرام دین کے دوسرے ارکان و اعمال مثلاً روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد اور اسی طرح اخلاق و معاملات وغیرہ ابواب کے احکام میں کوتاہی کرنے کو تو بس گناہ اور معصیت سمجھتے تھے، لیکن نماز چونکہ ایمان کی نشانی اور اس کا عملی ثبوت ہے، اور ملتِ اسلامیہ کا خاص الخاص شعار ہے، اس لئے اس کے ترک کو وہ دین و اسلام سے بے تعلقی اسلامی ملت سے خروج کی علامت سمجھتے تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ان حدیثوں سے امام احمد بن حنبلؒ اور بعض دوسرے اکابر اُمت نے تو یہ سمجھا ہے کہ نماز چھوڑ دینے سے آدمی قطعاً کافر اور مرتد ہو جاتا ہے اور اسلام سے اس کا کوئی تعلق نہیں رہتا، حتّٰی کہ اگر وہ اسی حال میں مر جائے تو اس کی نماز جنازہ بھی نہیں پڑھی جائے گی اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہونے کی اجازت بھی نہیں دی جائے گی۔ بہر حال اس کے احکام وہی ہوں گے جو مرتد کے ہوتے ہیں۔ گویا ان حضرات کے نزدیک کسی مسلمان کا نماز چھوڑ دینا بت یا صلیب کے سامنے سجدہ کرنے یا اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے کی طرح کا ایک عمل ہے جس سے آدمی قطعاً کافر ہو جاتا ہے، خواہ اس کے عقیدہ میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی ہو۔ لیکن دوسرے اکثر ائمہ حق کی رائے یہ ہے کہ ترکِ نماز اگرچہ ایک کافرانہ عمل ہے، مگر اس سے آدمی کافر نہیں ہوتا۔

اقامت کے اخیر میں حقاً لا الہ الا اللّٰہ کہنا

وعن عبد اللّٰه بن عمرو بن العاص قال قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم إذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما يقول ثم صلوا على فإنه من صلى على صلاة صلى اللّٰه عليه بها عشرا ثم سلوا اللّٰه لى الوسيلة فإنها منزلة فى الجنة لا تنبغى إلا لعبد من عباد اللّٰه وأرجو أن أكون أنا هو فمن سأل لى الوسيلة حلت عليه الشفاعة . رواه مسلم

"اور حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن عاص ﷺ راوی ہیں کہ سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا: "جب تم مؤذن کی آواز سنو تو (اس کے جواب میں) اس کے الفاظ کو دہراؤ اور پھر (اذان کے بعد) مجھ پر درود بھیجو کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے تو اس کے بدلہ میں خدا اس پر دس مرتبہ رحمت نازل فرماتا ہے پھر (مجھ پر درود بھیج کر) میرے لئے (خدا سے) وسیلہ کی دعا کرو۔ وسیلہ جنت کا ایک (اعلیٰ) درجہ ہے جو خدا کے بندوں میں سے صرف ایک بندہ کو ملے گا اور مجھ کو امید ہے کہ وہ بندۂ خاص میں ہوں گا، لہٰذا جو شخص میرے لئے وسیلہ کی دعا کرے گا (قیامت کے روز) اس کی سفارش مجھ پر ضروری ہو جائے گی۔"

توضیح

مطلب یہ ہے کہ جب مؤذن اذان کہے تو تم بھی مؤذن کے ساتھ اذان کے کلمات دہراتے جاؤ، البتہ چند کلمات ایسے ہیں جن کو بعینہٖ دہرانا نہیں چاہیے بلکہ ان

کے جواب میں دوسرے کلمات کہنے چاہئیں جس کی تفصیل پیچھے بیان ہوچکی ہے۔ چنانچہ فجر کی اذان میں جب مؤذن الصلوٰۃ خیر من النوم کہے تو اس کے جواب میں صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ وبالحق نطَقْتَ (یعنی تم نے سچ کہا اور خیر کثیر کے مالک ہونے اور تم نے سچ بات کہی) کہنا چاہئے۔

''وسیلہ'' اصل میں اس چیز کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ کسی مطلوبہ چیز کو حاصل کیا جائے اور اس کے سبب سے مطلوبہ چیز کا قرب حاصل ہو چنانچہ جنت کے ایک خاص اور اعلیٰ درجہ کا نام وسیلہ اسی لئے ہے کہ جو شخص اس میں داخل ہوتا ہے اسے باری تعالیٰ عزاسمہ کا قرب خاص حاصل ہوتا ہے، اور اس کے دیدار کی سعادت پر میسر ہوتی ہے نیز جو فضیلت اور بزرگی اس درجہ والے کو ملتی ہے وہ دوسرے درجہ والوں کو نہیں ملتی۔

آپ ﷺ کا ارجو (یعنی مجھ کو امید ہے) فرمانا عاجزی اور انکساری کے طور پر ہے کیونکہ جب آنحضرت ﷺ تمام مخلوق سے افضل و بہتر ہیں تو یہ درجہ یقیناً آپ ﷺ ہی کے لئے ہے۔ کوئی دوسرا اس درجہ کے لائق کیسے ہوسکتا ہے؟ لہٰذا اس لفظ کی تاویل یہ کی جائے گی کہ یہ یقین سے کنایہ ہے یعنی مجھے یہ یقین ہے کہ یہ درجہ مجھے ہی حاصل ہوگا۔

دعا سے فراغت کے بعد چہرے پر ہاتھ پھیرنا

دعا کے بعد ہاتھوں کو اپنے منہ پر پھیرنا سنت ہے۔

عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و سلم إذا رفع یدیہ فی الدعاء لم یحطھما حتی یمسح بھما وجھہ. (رواہ الترمذی)

''حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روای ہیں کہ آپ ﷺ جب دعا

میں اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے تو انہیں اس وقت تک نہ رکھتے جب تک کہ اپنے منہ پر نہ پھیر لیتے۔''

اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس وقت تم اللہ تعالیٰ سے مانگو تو اپنے ہاتھوں کے اندرونی ہتھیلیوں کے ذریعہ مانگو، اپنے ہاتھوں کے اوپر کے رخ کے ذریعہ نہ مانگو، اور جب تم دعا سے فارغ ہو جاؤ تو اپنے ہاتھوں کو اپنے منہ پر پھیرلو تاکہ وہ برکت جو ہاتھ پر اترتی ہے منہ کو بھی پہنچ جائے۔ (مشکوۃ المصابیح)

حالتِ رکوع میں نگاہ قدموں پر رکھنا اور جلسے میں گود پر رکھنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اے انس اپنی نگاہ کو اسی جگہ رکھو جہاں سجدہ کرتے ہو۔

عن أنس أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یا أنس اجعل بصرک حیث تسجد. (مشکوۃ المصابیح: ج/۲۱۸)

علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ قیام کی حالت میں نگاہ مقام سجدہ میں ہونی چاہئے، رکوع کی حالت میں پاؤں کی پشت پر اور سجدہ کی حالت میں ناک کے کنارہ پر اور قعدہ میں بیٹھنے کی حالت میں نگاہ گود میں ہونی چاہئے۔ اور سلام پھیرتے وقت دائیں بائیں کندھے پر۔

یستحب للمصلی أن ینظر فی القیام إلی موضع سجودہ وفی الرکوع إلی ظهر قدمیه وفی السجود إلی أنفه وفی التشهد إلی حجرہ. (مرقاۃ المفاتیح: ج/۲، ص/۸۹)

سجدہ میں کن اعضاء کو زمین پر رکھنا ضروری ہے؟

لغت میں سجدہ انتہا درجہ کی عاجزی کے اظہار اور سر جھکانے کو کہتے ہیں، شرعی اصطلاح میں ''وضع الوجه علی الارض علی طریق مخصوص ''(یعنی مخصوص طریقے سے اپنا چہرہ زمین پر رکھ دینے) کا نام ہے۔

عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنهما قال قال النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم أمرت أن أسجد علی سبعة أعظم علی الجبهة والیدین والرکبتین وأطراف القدمین ولا نکفت الثیاب والشعر. (متفق علیه)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما راوی ہیں کہ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا'' مجھے (جسم کی) سات ہڈیوں یعنی پیشانی، دونوں ہاتھ، گھٹنے اور دونوں پیروں کے پنجوں پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور یہ ممنوع ہے کہ ہم کپڑوں اور بالوں کو سمیٹیں۔''

توضیح

''**علی سبعة اعضاء**'' اس حدیث میں بتایا جا رہا ہے کہ سجدہ میں زمین پر کونسے اعضاء ٹیکنا ضروری ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ فقہاء کا اس میں اتفاق ہے کہ سجدہ میں دونوں ہاتھ اور دونوں گھٹنے زمین پر رکھنا سنت ہے، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے سجدہ کرنے کا حکم دیا ہے اور سجدہ ''**وضع الوجه علی الارض**'' کا نام ہے، اب چہرہ میں کئی اعضا ہیں قرآن میں کسی کی تعیین موجود نہیں تو اگر اس حکم پر عمل کرنے لئے صرف رخسار کو زمین پر رکھا گیا تو حکم پورا نہیں

ہوگا کیونکہ رخسار رکھنے کی صورت میں قبلہ سے چہرہ کا ہٹنا بھی لازم آتا ہے اور حضور اکرم ﷺ سے ایسا کرنا ثابت بھی نہیں ہے، چہرہ میں دوسرا عضو ٹھوڑی ہے مگر اس کے زمین پر رکھنے سے سجدہ کا حکم پورا نہیں ہوگا ایک تو اس وجہ سے کہ حضور اکرم ﷺ سے ایسا کرنا ثابت بھی نہیں ہے، چہرہ میں دوسرا عضو ٹھوڑی ہے مگر اس کے زمین پر رکھنے سے سجدہ کا حکم پورا نہیں ہوگا، ایک تو اس وجہ سے کہ حضور اکرم ﷺ سے ثابت نہیں، دوسرا اس وجہ سے کہ ٹھوڑی کے زمین پر ٹیکنے میں کوئی تعظیم نہیں ہے اور اور سجدہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔

فقہاء کا اختلاف

اب صرف پیشانی اور ناک رہ گئی اس کو زمین پر رکھنے میں تعظیم بھی ہے اور حضور اکرم ﷺ سے ثابت بھی ہے تو جمہور فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ سجدہ میں ناک اور پیشانی دونوں کا رکھنا افضل ہے البتہ اس میں اختلاف ہے کہ کسی ایک پر اکتفاء کرنا جائز ہے یا نہیں تو جمہور فقہاء کے نزدیک سجدہ میں پیشانی اور ناک دونوں کا رکھنا ضروری ہے، اگر کسی نے ایک پر اکتفاء کیا تو نماز جائز نہیں ہوگی۔

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ" **لاعلی التعیین** (یعنی غیر متعین طور پر)" ان میں سے ایک عضو کو رکھنا فرض ہے اب اگر کسی نے صرف پیشانی پر سجدہ کیا تو سجدہ بلا کراہت جائز ہے کیونکہ بعض روایات میں صرف پیشانی کا مستقلاً رکھنا ثابت ہے۔ایک روایت میں جائز مع الکراہت ہے۔اور اگر کسی نے صرف ناک رکھ کر سجدہ کیا تو کیا یہ جائز ہے یا نہیں صاحبین کے نزدیک سجدہ جائز نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ سے اس بارے میں دو روایتیں ہیں ایک یہ کہ سجدہ کراہت کے ساتھ

جائز ہوگا، دوسری روایت یہ ہے کہ اکیلے ناک کے ساتھ سجدہ جائز نہیں ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

یہ تمام اختلافات اس وقت ہیں جبکہ کوئی عذر نہ ہو اگر کسی کو عذر ہے تو پھر عذر کے مطابق جواز ہوگا۔

قدموں کو سجدہ میں جما کر رکھنا ضروری ہے

اب سجدہ میں قدم اور پاؤں رکھنے کے متعلق یہ مسئلہ ہے کہ سجدہ کی حالت میں دونوں پاؤں زمین پر ٹیکنا ضروری ہے، اگر پورے سجدے میں دونوں پاؤں زمین سے اٹھائے رکھے تو سجدہ نہیں ہوگا نماز فاسد ہو جائے گی، اور ایک پاؤں اٹھا کر دوسرا زمین پر رکھے، تو یہ صورت مکروہ ہے۔

حدیث میں سات اعضاء پر سجدہ کرنے کا ذکر ہے لیکن بقیہ اعضاء کی حیثیت اس طرح نہیں بلکہ ہاتھ اور گھٹنے زمین پر رکھنا مسنون ہے یہ بات پھر سن لیں کہ یہ بحث اس وقت ہے جب کوئی عذر نہ ہو عذر کے وقت سب جائز ہے۔

سجدہ میں اعتدال قائم رکھنے کا حکم

عن أنس بن مالک عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اعتدلوا فی السجود ولا یبسط أحدکم ذراعیہ انبساط الکلب. (متفق علیہ)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ روای ہیں کہ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: ''سجدہ میں اعتدال قائم رکھو، اور اپنے بازوں (دورانِ سجدہ) زمین پر کتے کی طرح مت بچھاؤ۔''

سگریٹ پینے کے بعد مسجد میں آنا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جناب نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا:

من أكل ثوما أو بصلا فليعتزلنا أو ليعتزل مسجدنا وليقعد فى بيته.

''جو شخص لہسن، پیاز کھالے وہ ہم سے الگ رہے یا یہ فرمایا کہ ہماری مسجد سے الگ رہے اور اپنے گھر میں بیٹھا رہے۔''

صحیح مسلم حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب آپ پیاز یا لہسن کی بو کسی کے منہ سے محسوس کرتے تو آپ ﷺ اُسے حکم دیئے کہ وہ بقیع کی طرف چلا جائے، لہٰذا جو لوگ پیاز وغیرہ کھانا چاہیں وہ انہیں اچھی طرح پکا کر ان کی بو ختم کر دیا کریں۔ بعض اہل علم نے سگریٹ پینے والے پر بھی یہی حکم لگایا ہے، کیونکہ اس کے منہ سے بھی بدبو آتی ہے بلکہ بعض تو لہسن و پیاز کھانے والے سے زیادہ سگریٹ پینے والے کی بدبو سے تکلیف محسوس کرتے ہیں۔

نماز میں سلام کا جواب اشارے سے دینا

عن عبد الله ابن مسعود رضى الله عنه قال كنا نسلم على النبى صلى الله عليه وسلم وهو فى الصلاة فيرد علينا فلما رجعنا من عند النجاشى سلمنا عليه فلم يرد علينا فقلنا يا رسول الله! كنا نسلم عليك فى الصلوة فتردّ علينا فقال إن فى الصلاة لشغلا. (متفق عليه)

''حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں ہوتے اور ہم آپ ﷺ کو سلام کرتے تو آپ ﷺ سلام کا جواب دیتے تھے، اور جب ہم نجاشی کے یہاں سے واپس ہوئے اور آپ ﷺ کو سلام کیا تو آپ ﷺ نے جواب نہیں دیا، (نماز سے فارغ ہونے کے بعد) ہم نے عرض کیا یارسول اللہ! پہلے ہم آپ ﷺ کو نماز میں سلام کرتے تھے، آپ ﷺ جواب دیتے تھے، لیکن آج آپ ﷺ نے جواب نہیں دیا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نماز میں مشغولیت ہے۔''

اس پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ بحالتِ نماز سلام کا جواب اگر زبان سے ہو تو اس سے نماز فاسد ہوجاتی ہے۔ البتہ سعید بن المسیبؒ حسن بصری، اور قتادہؒ کے یہاں سلام کا جواب اگر زبان سے ہو تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوتی، البتہ اشارہ سے جواب دینے میں، ائمہ اربعہ کا اختلاف ہے۔

چنانچہ امام شافعیؒ، امام مالکؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک اشارہ سے سلام کا جواب دینا بلا کراہت جائز ہے، بلکہ حضرات شافعیہ تو اس کو مستحب کہتے ہیں۔ جبکہ حنفیہ کے یہاں اشارے سے سلام کا جواب دینا مکروہ ہے۔

ائمہ ثلاثہ کا استدلال حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے ہے، فرماتے ہیں۔

''قلت لبلال کیف کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یرد علیهم حین کانوا یسلمون علیه وهو فی الصلوٰۃ قال کان یشیر بیده.''

حنفیہ کا استدلال حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی وہ روایت ہے، جو ابھی اوپر مذکور ہوئی۔

اور جہاں تک تعلق ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت کا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اس وقت کا واقعہ ہے کہ جب نماز میں کلام منسوخ نہیں ہوا تھا، اور جب نماز میں کلام کو منسوخ قرار دیا گیا تو سلام کا جواب باللسان کے ساتھ سلام کا جواب بالاشارہ بھی منسوخ ہو گیا، چنانچہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہی روایت اس پر قرینہ ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس سے زیادہ واضح روایت طحاوی میں موجود ہے، اس میں ان کے یہ الفاظ ہیں۔

فقدمت علی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم من الحبشة
وھو یصلی فسلمت علیہ فلم یرد علّی فاخذنی ما قدم
وما حدث فلما قضیٰ صلوٰتہ قلت یا رسول اللّٰہ انزل فیّ
شیئ قال، لا ولکن اللّٰہ یحدث من امرہ ما یشاء.

اس سے معلوم ہوا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب نہیں دیا تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بہت سخت پریشان ہو گئے تھے، کہ مجھ سے ایسی کوئی غلطی ہوئی ہے جس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا۔ ظاہر ہے کہ اس پریشانی کی وجہ یہی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو باللسان سلام کا جواب دیا تھا اور نہ ہی بالاشارہ، کیونکہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اشارہ ہی سے سلام کا جواب دیتے تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اتنے پریشان نہ ہوتے، اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح زبان سے سلام کا جواب منسوخ ہو گیا ہے اسی طرح اشارہ سے بھی منسوخ ہو گیا ہے۔

مکبّر بن کر امام کی تکبیرات نمازیوں تک پہنچانا

آپ ﷺ جب بیمار ہو گئے تو آپ نے بیماری میں لوگوں کو نماز پڑھائی اور حضرت ابوبکر صدیق تکبیرات پہنچا رہے تھے۔

كان النبی صلی الله عليه وسلم يصلی بالناس وأبو بكر يسمعهم التكبير. (رواه مسلم)

اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کی وجہ سے تکبیرات کو پہنچانا جائز ہے، جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فعل سے ثابت ہے، لیکن اگر ضرورت نہ ہو تو پھر سنت یہ ہے کہ منفرد اور مقتدی تکبیرات آہستہ کہا کریں۔

اما غير الامام والسنة الاسرار بالتكبير سواء المأموم او المنفرد. (المجموع: ج/٢، ص/٢٩٥)

اس سے معلوم ہوا کہ بلا ضرورت تکبیرات کو پہنچانا خلاف سنت ہے۔

تکبیر کے لفظ کو کھینچنا یعنی اللہ اکبار کہنا

عن إبراهيم النخعی أنه قال التكبير جزم والسلام جزم.

(سنن الترمذی: ج/٢، ص/٢)

قال ابراهيم التكبير جزم يقول لايمد.

(مصنف عبدالرزاق: ج/٢، ص/٧٥)

التكبير جزم والسلام جزم ای لايمد ان ولا يعرب او اخر صرد فمنها بل يسكّن فيقال اللّٰه اكبَرْ.

(تحفة الاحوذی: ج/١، ص/٣٢٩)

مذکورہ بالا عبارت سے معلوم ہوا کہ اللہ اکبر کے باء کو کھینچ کر پڑھنا غلط ہے، بلکہ

اللہ اکبر کے باء کو غیر مدہ اور راء کو ساکن پڑھا جائے گا، بعض ائمہ حضرات اس میں غفلت برتتے ہیں جبکہ اصلاح ضروری ہے، نیز بعض فقہاء کرام کے نزدیک اگر کوئی شخص اللہ اکبر کے بجائے اللہ اکبار کہے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

(دیکھئے ردالمحتار: ج ۲، ص ۴۹۷)

نماز میں کپڑے اور بالوں کو سمیٹنا

عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنھما قال قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم أمرت أن أسجد علی سبعة أعظم علی الجبھة والیدین والرکبتین وأطراف القدمین ولا نکفت الثیاب والشعر. (متفق علیہ)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما راوی ہیں کہ رحمتِ عالم ﷺ نے فرمایا ''مجھے (جسم کی) سات ہڈیوں یعنی پیشانی، دونوں ہاتھ، گھٹنے اور دونوں پیروں کے پنجوں پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور یہ ممنوع ہے کہ ہم کپڑوں اور بالوں کو سمیٹیں۔''

توضیح

اس حدیث کے ذریعہ بتایا جا رہا ہے کہ سجدہ میں جسم کے کس کس عضو کو زمین پر ٹیکنا چاہئے، چنانچہ حکم دیا گیا ہے کہ سجدہ کے وقت پیشانی، دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور دونوں پیروں کے پنجوں کو زمین پر ٹیکنا چاہئے، جیسا کہ اس کی تفصیل پیچھے بیان ہو چکی ہے۔

البتہ حدیث کے آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ سجدہ میں جاتے ہوئے بالوں

اور کپڑوں کو اس غرض سے سمیٹنا اور ہٹانا تا کہ وہ خاک آلود اور گندے نہ ہوں، ممنوع ہے، ویسے بھی بغیر اس مقصد کے یوں ہی کپڑوں اور بالوں کو سمیٹنا یا دامن وغیرہ کو باندھنا لینا ممنوع ہے۔

مریض کا کھڑے ہوکر نماز پڑھنے کی طاقت رکھنے کے باوجود بیٹھ کر نماز پڑھنا

قیام یعنی نماز میں کھڑے ہونا فرض ہے، اور ارکان نماز میں سے ہے۔

(ہدایہ: ج/۱، ص/۶۳)

وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ. (بقرہ: پ/۲)

(اَیْ سَاکِتِیْنَ خَاشِعِیْنَ دَاعِیْنَ طَآئِیْنَ مُخْلِصِیْنَ فِی الصَّلٰوةِ لِاَنَّ الْقِیَامَ خَارِجُ الصَّلٰوةِ لَیْسَ بِفَرْضٍ)

''اللہ کے لئے کھڑے ہو عاجزی کرتے ہوئے، (یعنی خاموش خشوع کرتے ہوئے دعا کرنے والے اور اطاعت کرنے والے مخلص یعنی نماز میں کیونکہ قیام نماز سے خارج تو فرض نہیں۔)''

عن عمران بن حصين رضى الله عنه قال انه عليه السلام قال صلّ قائما فإن لم تستطع فقاعدا فإن لم تستطع فعلى جنب. (بخاری: ج/۱، ص/۱۵۰)

''حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کھڑے ہو کر نماز پڑھو۔ اگر تمہاری طاقت نہ ہو تو پھر بیٹھ کر پڑھو، اگر اس کی طاقت بھی نہ ہو تو پھر کروٹ کے بل لیٹ کر پڑھو۔''

مسئلہ:۔ بیمار، شیخ، ضعیف مسجد تک اگر جائیں تو سانس پھولنے کی وجہ سے کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتے، ایسے آدمیوں کو گھر پر ہی کھڑے ہو کر نماز پڑھ

لینی چاہئے۔

مسئلہ:۔ جولوگ جلدی سے آ کر اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتے ہوئے رکوع میں چلے جاتے ہیں، ان کی نماز نہیں ہوتی، کیونکہ تکبیر تحریمہ میں قیام فرض اور ضروری ہے۔اس لئے ضروری ہوا کہ کھڑے ہو کر تکبیر تحریمہ کہے، پھر اس کے بعد رکوع میں جائے۔

(فتاویٰ قاضیخان: ج ر ۱، ص ر ۷۴)

مسئلہ:۔ ایک پاؤں پر کھڑا ہونا دوسرے کو اوپر اٹھالینا بلا عذر مکروہِ تحریمی ہے۔

مسئلہ:۔ تین عذر ایسے ہیں جن میں بیٹھ کر نماز پڑھنی جائز ہے۔ بیماری، بڑھاپا، برہنگی۔

عن عمران بن حصين قال كان بى الناصور فسألت النبى صلى الله عليه وسلم فقال صل قآئما فإن لم تستطع فقاعدا. (ابو داؤد: ج ر ۱، ص ر ۱۳۷)

''حضرت عمر ابن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ناسور کی بیماری میں مبتلا تھا۔ میں نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کھڑے ہو کر نماز پڑھو، اگر کھڑے ہو کر پڑھنے کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر پڑھو۔''

عن على بن أبى طالب عن النبى صلى الله عليه و سلم قال: يصلى المريض قائما إن استطاع فإن لم يستطع صلى قاعدا. (دارقطنی: ج ر ۲، ص ر ۴۲)

''حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا مریض کھڑے ہو کر نماز پڑھے، اگر وہ طاقت رکھتا ہو۔ اگر کھڑے

ہونے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو بیٹھ کر پڑھے۔"

عن ابن عباس والذی یُصلی عریانًا یصلی جالسا.

(مصنف عبدالرزاق: ج/ ۲، ص/ ۵۸۴)

"حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جو شخص برہنہ نماز پڑھتا ہے تو وہ بیٹھ کر نماز پڑھے۔"

ابن جریج قال سئل عطآء عن الرجل یخرج من البحر عریانًا؟ قال یصلی قاعداً و کذا عن قتادة.

(مصنف عبدالرزاق: ج/ ۲، ص/ ۵۸۳)

"حضرت ابن جریجؒ کہتے ہیں حضرت عطاءؒ سے دریافت کیا گیا کہ جو شخص دریا کے حادثے سے برہنہ باہر نکلے تو نماز کا کیا حکم ہے؟ انہوں نے کہا: بیٹھ کر نماز پڑھے، حضرت قتادہؒ سے بھی اسی طرح منقول ہے۔"

مسئلہ:۔ وتر، سنتِ فجر اور نماز نذر کا حکم اس بارے میں فرض جیسا ہے۔ لہٰذا ان کو کھڑے ہو کر ہی پڑھنا چاہئے۔

مسئلہ:۔ نفل نماز میں قیام فرض نہیں۔ البتہ بلا عذر بیٹھ کر نماز پڑھنے سے آدھا ثواب ملے گا۔ (ہدایہ: ج/۱، ص/۹۸)

عن عائشة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنها اَنَّ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم قال صلاة القاعد علی النصف من صلاة القآئم. (مسند احمد: ج/ ۶، ص/ ۲۱۰)

"ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: بیٹھ کر پڑھنے والے کی نماز کا ثواب

کھڑے ہو کر پڑھنے والے سے نصف ہوتا ہے۔"

عن عبداللّٰہ بن شقیق قالت سالت عائشه رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهما عن صلاة رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم من التطوع فقالت و کان یصلی لیلاً طویلاً قائما و لیلاً طویلاً جالسًا. (مسلم: ج/۱، ص/۲۵۲)

"حضرت عبداللہ بن شقیقؒ کہتے ہیں کہ میں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کیا آنحضرت ﷺ کی نفل نماز کے بارے میں۔تو ام المؤمنین نے کہا بعض اوقات آنحضرت ﷺ کافی دیر تک رات کو کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تھے۔ اور بعض اوقات کافی دیر تک بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے۔"

عن عبد اللّٰہ بن عمرو قال حدثت أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم قال صلاة الرجل قاعدا نصف الصلاة قال فأتیته فوجدته یصلی جالسا فوضعت یدی علی رأسه فقال مالک یا عبد اللّٰہ بن عمرو قلت حدثت یا رسول اللّٰہ أنک قلت صلاة الرجل قاعدا علی نصف الصلاة وأنت تصلی قاعدا قال أجل ولکنی لست کأحد منکم. (مسلم: ج/۱، ص/۲۵۳)

"حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں مجھے بتلا دیا گیا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے، بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کو کھڑے ہو کر پڑھنے والے کی نسبت آدھا ثواب ملتا ہے۔تو ایک دفعہ میں

آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ بیٹھ کر نماز پڑھتے ہیں تو میں نے اپنی شنید کے خلاف جب آپ کو بیٹھے ہوئے نماز پڑھتے دیکھا تو میں نے اپنا ہاتھ آپ کے سر مبارک پر رکھ دیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ عبداللہ تمہیں کیا ہوا ہے؟ تو میں نے عرض کیا کہ حضرت میں نے اس طرح سُنا تھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ بیٹھ کر نماز پڑھنے سے نصف نماز کا ثواب ملتا ہے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ہاں مسئلہ تو ایسا ہی ہے۔ لیکن یہ میری خصوصیات میں سے ہے کہ مجھے بیٹھ کر پڑھنے پر پورا ثواب ملتا ہے۔ میں تمہاری طرح نہیں ہوں۔''

نماز میں خلیفہ بنانے کا طریقہ

عن ابن رزین قال صلیتُ خلف علی بن ابی طالب فرعف فالتفت فاخذ بید رجل فقدّمهٗ فصلّٰی وخرج علی ؓ. (سنن الکبریٰ للبیہقی: ج/۳،ص/۱۱۴)

''حضرت ابورزینؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی ؓ کے پیچھے نماز پڑھی۔ ان کو نکسیر پھوٹ پڑی، تو انہوں نے ایک آدمی کا ہاتھ پکڑ کر آگے کیا اس نے نماز پڑھائی اور حضرت علی ؓ صفوں سے نکل گئے۔''

خلیفہ یا نائب بنانے کا طریقہ یہی ہے، کہ امام کسی شخص کو کھینچ کر اپنی جگہ کھڑا کردے۔ فقہی روایات میں یہ موجود ہے کہ خلیفہ امام نہیں بنے گا۔ جب تک کہ وہ نیت نہ کرے۔ (شرح نقایہ: ج/۱،ص/۹۰)

مسئلہ:۔ اگر نمازی پر نماز کی حالت میں جنون طاری ہوگیا، یا بے ہوشی لاحق ہوگئی، یا نماز میں ہی بدخوابی (احتلام) ہوگئی، یا عمداً وہ نماز کے درمیان ہی بے وضوء ہوگیا، یا پیشاب کی شدید حاجت ہوگئی، یا سر زخمی ہوگیا اور اس سے خون بہہ نکلا، یا اس نے گمان کیا کہ میں بے وضوء ہوگیا ہوں اور مسجد سے باہر نکل گیا یا صفوف سے تجاوز کر گیا اور پھر ظاہر ہوا کہ وہ طہارت سے تھا تو اس کی نماز فاسد ہوجائے گی۔

اگر صفوف سے تجاوز نہ کرے یا مسجد سے باہر نہ نکلے تو پھر نماز فاسد نہیں ہوگی، وہ بنا کر سکتا ہے۔

اگر قعدہ میں بیٹھ کر تشہد کے بعد امام نے عمداً کوئی فعل نماز کے منافی کیا تو اس کی نماز تام ہوجائیگی، لیکن اس صورت میں نماز مکروہ تحریمی واجب الاداء ہوگی، اور مسبوق کی نماز فاسد ہوجائیگی۔ (ہدایہ، شرح نقایہ)

مسئلہ:۔ اگر ایک شخص کے پیچھے نابالغ بچہ یا عورت ہے اور اس شخص کو نماز میں حدث لاحق ہوجائے تو اس کی نماز فاسد ہوجائے گی، کیونکہ بچہ اور عورت خلیفہ یا نائب بنانے کے اہل نہیں ہیں۔ (شرح وقایہ: ج ۱/ص ۱۶۲)

مسئلہ:۔ ایک مقتدی اور ایک امام ہے، تو امام کے وضوء ٹوٹ جانے سے مقتدی ہی امام بن جائے گا، چاہے وہ نیت کرے یا نہ کرے، کیونکہ وہ معین ہے، اور اس میں نماز کی حفاظت بھی ہے۔ (ہدایہ: ج ۱/ص ۸۵)

مسئلہ:۔ جو شخص رکوع کی حالت میں بے وضوء ہوگیا، وضو کر کے بنا کرے، لیکن اس رکوع کو شمار نہ کرے، اس رکوع کا اعادہ ضروری ہوگا۔ (ہدایہ: ج ۱/ص ۸۵)

مسئلہ:۔ اگر امام قرأۃ کرنے سے رُک جائے اور قرأۃ نہ کر سکے اور اتنی قرأت نہیں

ہوئی جس کے ساتھ نماز جائز ہوسکتی ہے، تو اس کو اپنا نائب مقرر کرلینا جائز ہے۔

(ہدایہ: ج ر ۱، ص ر ۸۳)

نمازِ عصر اور مغرب کے بعد مصافحہ

سوال :۔ زید کہتا ہے کہ صبح کی نماز کے بعد مصافحہ کرنا جائز نہیں ہے اور صحاحِ ستہ سے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول وفعل وعمل سے ثابت نہیں، زید یہ بھی کہتا ہے کہ حضور پُر نور ﷺ اور جمہور علماء کا بھی یہ عمل نہیں رہا ہے اور نہ ان کے عمل سے ثابت ہے، ایسے ہی اس کا کہنا ہے کہ عصر کی نماز کے بعد بھی مصافحہ جائز نہیں۔ عمر کہتا ہے کہ دونوں وقتوں میں مصافحہ کرنا جائز ولازمی ہے، اس کا ثبوت عمر یہ دیتا ہے کہ فجر وعصر کے بعد سنتیں نفلیں نہیں ہیں اس لئے مصافحہ کرنا دونوں وقتوں کی نمازوں کے بعد لازمی وضروری ہے۔ زید یہ کہتا ہے کہ ہندوستان میں مسلمانوں نے مذکورہ وقتوں کی نماز کے بعد یہ رسم گھڑ لی ہے ورنہ حدیثوں میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے، عمر یہ بھی کہتا ہے کہ رسماً مصافحہ جائز ہے۔ لہٰذا زید وعمر کی بحث کا جواب صحاح ستہ کی حدیثوں کی روشنی میں اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول وعمل کے ساتھ مدلل عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مصافحہ کی ترغیب اور فضیلت احادیث میں موجود ہے، اس لحاظ سے یہ اسلامی کام ہے، اس کو اسلام ہی کی ہدایت کے مطابق انجام دینا چاہیے۔ شریعت نے اس کا وقت ابتدائے ملاقات کا وقت تجویز کیا ہے، کسی نماز کے بعد کا وقت اس کے لئے تجویز نہیں کیا۔

پس نماز کے بعد اس کا وقت تجویز کر لینا خواہ اعتقاداً یا عملاً ہی ہو، یا اس وقت مصافحہ کے لئے کوئی مخصوص فضیلت تصور کرنا بلا دلیل ہے اور ایک مطلق کو مقید کرنا ہے جس کی شرعاً اجازت نہیں، جیسے کہ آنحضرت رسول مقبول ﷺ نماز کے بعد جب انصراف فرماتے تو داہنی یا بائیں کسی جانب کا التزام نہ فرماتے۔ پس اگر کوئی شخص داہنی جانب کا التزام کرنے لگے تو بلا دلیل ہونے کی وجہ سے ممنوع ہوگا۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ "یہ شیطان کا حصہ ہے"، حالانکہ نماز کے بعد انصراف ہوتا ہی ہے اور فی نفسہ داہنی جانب کو بائیں جانب پر فضیلت بھی حاصل ہے، مگر اس جگہ مطلق انصراف کو داہنی جانب کے ساتھ مقید کرنے کی اجازت نہیں دی، جس طرح کسی ہیئتِ خاصہ غیر ثابتہ کا اپنی طرف سے ایجاد یا التزام ممنوع ہے۔

درمختار میں چند کتابوں کے حوالہ سے امام نوویؒ سے نمازوں کے بعد مصافحہ کی تخصیص کو بدعت کہہ کر اجازت دی ہے، لیکن امام نوویؒ حنفی نہیں ہیں شافعی المذہب ہیں، نیز انہوں نے کسی حدیث یا آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے یا قولِ مجتہد سے اس کا ماخذ بیان نہیں کیا، اس وجہ سے دوسرے شوافع علامہ ابن حجرؒ وغیرہ نے بھی ان کے قول کو تسلیم نہیں کیا بلکہ صراحۃً رد کیا ہے۔ ابن حجرؒ نے اس کو بدعت مکروہ قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ جو شخص ایسا کرے اس کو اول تنبیہ کی جائے، اگر نہ مانے تو تعزیر کی جائے۔

علامہ ابن الحاج مالکیؒ نے بھی لکھا ہے کہ شریعت نے مصافحہ کے لئے نمازوں کے بعد کا وقت تجویز نہیں کیا، جو شخص ایسا کرے اس کو منع کر دیا جائے اور ڈانٹ دیا جائے۔ حنفیہ کی معتبر کتاب "ملتقط" سے نقل کیا ہے کہ نماز کے بعد مصافحہ کرنا ہر حال میں مکروہ ہے، چونکہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے نماز کے بعد مصافحہ نہیں کیا اور یہ تو روافض کا

طریقہ ہے، نیز سلف سے کہیں منقول نہیں۔ علامہ شامی حنفی نے ان نقول کو رد المختار ۲۴۴/۵: میں لکھا ہے جس کی عبارت یہ ہے۔

ان المواظبه عليها بعد الصلوٰة خاصةً قد يؤدى الجهلة إلى اعتقاد سنيتها فى خصوص هذه المواضع، و أن لها خصوصية زائدة على غيرها مع أن ظاهر كلامهم أنه لم يفعلها أحد من السلف فى هذه المواضع. ونقل فى التبيين عن الملتقط أنه تكره المصافحة بعد أدا الصلوٰة لكل حال، لأن الصحابة ﷺ ما صافحوا بعد أدا الصلوٰة، ولأنها من سنن الروافض. ثم نقل عن ابن حجر: ج/۴،ص/۴۵ من الشافعية أنها بدعة مكروهة لا أصل لها فى الشرع، و أنه ينبه فاعلها أولاً ويعزر ثانيًا: ثم قال: وقال ابن الحاج رحمه اللّٰه تعالىٰ من المالكية فى المدخل: ۴ / ۲۸۸: إنها من البدع، وموضع المصافحة فى الشرع إنما هو عند لقاء المسلم لأخيه لا فى أدبار الصلوٰة ، فحيث وضعها الشرع بعضها .

فينهىٰ عن ذلک، ويزجر فاعله لما أتى به من خلاف السنة.

عن عبداللّٰه بن مسعود رضى اللّٰه تعالىٰ عنه قال: لايجعل أحدكم للشيطان شيئًا من صلوٰة يرى أن حقاً عليه أن لاينصرف إلا عن يمينه، لقد رأيت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم كثيراً ينصرف عن يساره.

(مشكوٰة شريف: ج/۸۷)

امام نوویؒ شافعی ہیں، خود شوافع ان کے اس قول کو تسلیم نہیں کرتے ہیں، جیسا کہ ابن حجرؒ نے فتاویٰ کبریٰ فقہیہ :۴/۴۵، ۴۷ میں لکھا ہے کہ یہ نمازوں کے بعد مصافحہ کرنا بے اصل ہے، بدعت ہے، مکروہ ہے، جو شخص ایسا کرے اس کو اول تنبیہ کی جائے، اگر نہ مانے تو تعزیر کی جائے یعنی سزا دی جائے۔ مالکیہ بھی تسلیم نہیں کر رہے ہیں، جیسا کہ المدخل :۲/ ۲۸۸ میں ہے۔ حنفیہ بھی اس کو ممنوع لکھتے ہیں، جیسا کہ مجالس الابرار مجلس :۸، اشعۃ اللمعات : ج ۲/ص ر، عزیز الفتاوی :۱/ ۴۰۳ میں ہے۔

بعض اہل مطالعہ کو درمختار کی عبارت سے شبہ ہو جاتا ہے، حالانکہ وہ نووی سے نقل کر رہے ہیں جو کہ حنفی نہیں، اسی پر ردالمحتار میں اس کی تردید کے لئے متعدد کتب سے عبارات نقل کی ہے۔ شرح عقود رسم المفتی میں لکھا ہے کہ درمختار میں بعض دفعہ اختصار نقل میں ہوتا ہے، بعض دفعہ غیر مختار، غیر مفتی بہ، مرجوح، ضعیف قول نقل کر دیتے ہیں اس لئے محض اس پر فتویٰ دینا جائز نہیں، جب تک ماخذ سامنے نہ ہو، جہاں کہیں ایسی چیز درمختار میں ہوتی ہے علامہ شامیؒ اس پر تنبیہ فرما دیتے ہیں کہ یہ مرجوح ہے یا غیر مفتی بہ، دوسری فلاں فلاں کتاب میں اس کے خلاف لکھا ہے جیسا کہ اس مصافحہ والے مسئلہ میں تنبیہ کر دی ہے۔ جزاہ اللّٰہ تعالیٰ خیر الجزاء .

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل کرنا

تشبیک یعنی ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کرنا نماز میں مکروہ ہے۔ (درمختار : ج ۱/ص ر ۹۱)

عن رجل عن کعب بن عجرۃ : أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ

علیہ و سلم قال إذا توضأ أحدکم فأحسن وضوئه ثم خرج عامدا إلی المسجد فلا یشبکن بین أصابعه فإنه فی صلاۃ. (ترمذی: ص/ ۸۲)

''حضرت کعب بن عجرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جب تم میں کوئی شخص اچھی طرح وضوء کرتا ہے، پھر وہ نماز کے ارادہ سے مسجد کی طرف نکل کر جاتا ہے، تو اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کے درمیان تشبیک نہ کرے، کیونکہ وہ نماز میں ہے (اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز سے خارج بھی تشبیک مکروہ ہے۔)''

عن کعب قال نهینا ان نشبک بین اصابعنا فی الصلوٰۃ.

(مصنف ابن ابی شعبۃ: ج/ ۲، ص/ ۷٦)

''حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم کو منع کیا گیا ہے (یعنی آنحضرت ﷺ کی طرف سے) کہ ہم نماز میں اپنی انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل کریں۔''

عن ابراهیم انه کره ان یشبک بین اصابعه فی الصلوٰۃ.

(مصنف ابن ابی شیبہ: ج/ ۲، ص/ ۷٦)

''حضرت ابراہیم نخعیؒ مکروہ خیال کرتے تھے کہ نماز میں ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کریں۔''

سورہ فاتحہ پڑھنے کے بعد امام کا دیر تک خاموش رہنا

عن سمرۃ بن جندب أنه حفظ عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم سکتتین سکتة إذا کبر وسکتة إذا فرغ من

قراءة غير المغضوب عليهم ولا الضالين. فصدقه ابی بن کعب. (رواہ ابوداؤد)

''حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ کے دو سکتے (یعنی چپ رہنا) یاد رکھے ہیں، ایک سکتہ تکبیر تحریمہ کہہ لینے کے بعد اور ایک سکتہ آپ اس وقت کرتے تھے جب غیر المغضوب عليهم ولا الضالين پڑھ کر فارغ ہوتے تھے، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے (بھی حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ) کے قول کی تصدیق کی۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بعد سکتہ فرمایا ہے کہ لیکن یہ سکتہ کس لئے فرمایا ہے تو اس کی وضاحت حدیث میں نہیں ملی۔ فقہاء کرام کا اس میں اختلاف ہوا۔ شوافع اور حنابلہ کے ہاں سورۂ فاتحہ کے بعد سکتہ کرنا مستحب ہے تا کہ مقتدی اس میں فاتحہ پڑھ سکیں اور احناف کے نزدیک اس سکتہ میں سرًّا آمین کہی جائے گی۔

چاند گرہن یا سورج گرہن کی نماز میں مسبوق کا امام کے ساتھ سلام پھیرنا

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سرور کائنات نے فرمایا جب نماز کی تکبیر ہو جائے تو تم (جماعت میں شامل ہونے کے لئے) دوڑتے ہوئے نہ آؤ بلکہ وقار وطمانیت کے ساتھ اپنی معمول کی چال چلتے ہوئے آؤ، جس قدر نماز تم کو (امام کے ساتھ) مل

جائے پڑھ لو اور جو فوت ہو جائے (امام کے سلام کے بعد اٹھ کر) اسے پوری کرلو۔'' (بخاری ومسلم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسبوق اپنی بقیہ نماز امام کے سلام پھیرنے کے بعد پوری کرے گا اس میں فرض نماز کی کوئی تخصیص نہیں ہے، اس لئے یہ حکم تمام نمازوں فرض، نفل، سنت وغیرہ سب کو شامل ہے۔

عن أبی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : إذا أقيمت الصلاة فلا تأتوها تسعون وأتوها تمشون وعليكم السكينة فما أدركتم فصلوا وما فاتكم فأتموا. (متفق عليه) (بحواله مظاهر حق : ج/ ١، ص/ ٣٨٥)

وصلى الله تعالىٰ على خير خلقه محمد وآله واصحابه وبارك وسلم.

جمعہ سے متعلق غلطیاں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوْا الْبَيْعَ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوْا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ. (الجمعه: ۹ و ۱۰)

''اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لئے پکارا جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف لپکو اور خرید وفروخت چھوڑ دو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے، اگر تم سمجھو۔ پھر جب نماز پوری ہو جائے، تو زمین میں منتشر ہو جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو، تاکہ تمہیں فلاح نصیب ہو۔''

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جمعہ سے متعلق غلطیاں

جمعہ کے دن کا غسل

عن ابن عمر ؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اِذا جاءَ احدکم الجمعة فلیغتسِلُ.

(رواہ البخاری ومسلم)

''حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی جمعہ کو (یعنی جمعہ کی نماز کے لئے) آئے تو اس کو چاہیے کہ غسل کرے (یعنی نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے اس کو غسل کر کے آنا چاہیے)۔''

عن أبی هریرة ؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم حق للّٰہ علی کل مسلم أن یغتسل فی کل سبعة أیام یَوْماً یغسل رأسه وجسده. (رواہ بخاری ومسلم)

''حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر مسلمان پر حق ہے (یعنی جمعہ کے دن) غسل کرے اس میں اپنے سر کے بالوں کو اور سارے جسم کو اچھی طرح دھوئے۔''

توضیح

ان دونوں حدیثوں میں جمعہ کے روز غسل کا تاکیدی حکم ہے اور صحیحین ہی کی ایک اور حدیث میں جو حضرت ابو سعید خدری ؓ سے مروی ہے کہ غسلِ جمعہ کے لئے

''واجب'' کا لفظ بھی آیا ہے۔ لیکن اُمت کے اکثر ائمہ اور علماء شریعت کے نزدیک اس سے اصطلاحی وجوب مراد نہیں ہے بلکہ اس کا مقصد بھی وہی تاکید ہے جو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مندرجہ بالا حدیثوں کا مدعا ہے۔ اس مسئلہ کی پوری وضاحت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ایک ارشاد سے ہوتی ہے جو انہوں نے بعض اہل عراق کے سوال کے جواب میں فرمایا تھا۔ سنن ابی داؤد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مشہور شاگرد عکرمہ سے اس سوال وجواب کی پوری تفصیل اس طرح مروی ہے کہ:

''عراق کے بعض لوگ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے سوال کیا کہ آپ کے خیال میں جمعہ کے دن کا غسل واجب ہے؟ انہوں نے فرمایا: میرے نزدیک واجب تو نہیں ہے لیکن اس میں بڑی طہارت وپاکیزگی ہے اور بڑی خیر ہے اُس کے لئے جو اس دن غسل کرے، اور جو (کسی وجہ سے اس دن) غسل نہ کرے تو (وہ گنہگار نہیں ہوگا کیونکہ یہ غسل) اس پر واجب نہیں ہے۔ (اس کے بعد حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا، میں تمہیں بتاتا ہوں کہ غسل جمعہ کے حکم کی شروعات کیسے ہوئی (واقعہ یوں ہے کہ اسلام کی ابتدائی دور میں) مسلمان لوگ غریب اور محنت کش تھے۔ صوف (یعنی اونٹ، بھیڑ وغیرہ کے بالوں سے بنے ہوئے بہت موٹے کپڑے) پہنتے تھے، اور محنت مزدوری میں اپنی پیٹھوں پر بوجھ لادتے تھے۔ اور ان کی مسجد (مسجد نبوی) بھی بہت تنگ تھی اور اس کی چھت بہت نیچی تھی، اور ساری مسجد ایک چھپر کا سائبان تھا (جس کی وجہ سے اس میں

انتہائی گرمی اور گھٹن رہتی تھی) پس رسول اللہ ﷺ ایک جمعہ کو جبکہ سخت گرمی کا دن تھا گھر سے مسجد میں تشریف لائے اور لوگوں کا یہ حال تھا کہ صوف کے موٹے موٹے کپڑوں میں ان کو پسینے چھوٹ رہے تھے اور ان سب چیزوں نے مل ملا کر مسجد کی فضا میں بدبو پیدا کردی تھی جس سے سب کو تکلیف اور اذیت ہو رہی تھی تو رسول اللہ ﷺ نے جب یہ بدبو محسوس کی تو فرمایا کہ:

يَا أَيُّهَا النَّاس اذا كان هذا اليوم فاغتسلوا وليمس احدكم افضل مايجد من دهنه وطيبه.

''اے لوگو! جب جمعہ کا یہ دن ہوا کرے تو تم لوگ غسل کرو اور جو اچھا خوشبودار تیل اور جو بہتر خوشبو جس کو دستیاب ہو، وہ لگالیا کرو۔''

(حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں) کہ اس کے بعد خدا کے فضل سے فقر وفاقہ کا وہ دور ختم ہوگیا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خوشحالی اور وسعت نصیب فرمائی، پھر صوف کے وہ کپڑے بھی نہیں رہے جن سے بدبو پیدا ہوتی تھی اور وہ محنت ومشقت بھی نہیں رہی، اور مسجد کی وہ تنگی بھی ختم ہوگئی اور اس کو وسیع کرلیا گیا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جمعہ کے دن لوگوں کے پسینہ وغیرہ سے جو بدبو مسجد کی فضا میں پیدا ہو جاتی تھی وہ بات نہیں رہی۔''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اس بیان سے معلوم ہوا کہ اسلام کے ابتدائی دور میں اُس خاص حالت کی وجہ سے جس کی ان کے اس بیان میں تفصیل کی گئی ہے، غسلِ جمعہ مسلمان کے لئے ضروری قرار دیا گیا تھا، اس کے بعد جب وہ حالت نہیں رہی تو اس حکم کا وہ درجہ تو نہیں رہا، لیکن بہرحال اس میں پاکیزگی

ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور اب بھی اس میں خیر اور ثواب ہے۔ یعنی اب وہ مسنون اور مستحب ہے، اور سمرہ ابن جندب ﷺ کی مندرجہ ذیل حدیث میں غسلِ جمعہ کی یہی حیثیت صریحاً مذکور ہے۔

عن سمرة بن جندب ﷺ قال قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم من توضّا يوم الجمعة فبها ونعمت ومن اغتسل فالغسل افضل. (الترمذى)

''حضرت سمرہ بن جندب ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص جمعہ کے دن (نماز جمعہ کے لئے) وضو کرلے تو بھی کافی ہے اور ٹھیک ہے اور جو غسل کرے تو غسل کرنا افضل ہے۔''

لوگوں کی گردنیں پھاندنا

عن معاذ بن أنس الجهنى عن أبيه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من تخطى رقاب الناس يوم الجمعة اتخذ جسرا إلى جهنم. (مشكوة المصابيح)

''حضرت معاذ بن انس جہنی ﷺ نے اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص جمعہ کے دن (جامع مسجد میں جگہ حاصل کرنے کے لئے) لوگوں کی گردنیں پھلانگے گا وہ جہنم کی طرف پل بنایا جائے گا۔''

اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح اس شخص نے مسلمانوں کو تنگ کیا اور لوگوں کی گردنوں کو پھلانگ کر ان کو ایذاء پہنچائی، اللہ تبارک وتعالیٰ قیامت کے روز اس شخص کو جہنم کے اوپر پل کے طور پر بچھادیں گے اور لوگوں کو حکم ہوگا کہ اس شخص کے اوپر گزر ا

کروتولوگ گزریں گے اوراس کوروندیں گے۔

خطبہ کے دوران پیٹھ اور پنڈیوں کو باندھنا

وعنه ان النبی صلی اللہ علیه وسلم نهی عن الحبوة یوم الجمعة والإمام یخطب. (رواہ الترمذی وابوداؤد)

''اورحضرت معاذ بن انس ﷛ راوی ہیں کہ سرتاجِ دوعالم ﷺ نے جمعہ کے دن جبکہ امام خطبہ پڑھا رہا ہو، ''گوٹ مارنے'' سے منع فرمایاہے۔''

توضیح

''گوٹ مارنا'' ایک خاص نشست اور بیٹھنے کے ایک مخصوص طریقے کو کہتے ہیں، جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ اکڑوں بیٹھ کر کپڑے یا ہاتھوں کے ذریعے دونوں گھٹنے اوررانیں پیٹ کے ساتھ ملالی جاتی ہیں۔

خطبہ کے وقت اس طرح بیٹھنے سے منع فرمایا گیا ہے، کیونکہ ایسی حالت میں نیند آجاتی ہے جس کی وجہ سے خطبہ کی سماعت نہیں ہوسکتی بلکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اس طرح بیٹھنے والا غنودگی کے عالم میں ایک پہلو پر گر جاتا ہے یا بیٹھے ہی بیٹھے اس کا وضوٹوٹ جاتا ہےاوراسے احساس بھی نہیں ہوتا۔

جمعہ کے روز نمازِ فجر میں الم السجدہ اور سورۂ دھر کی قرأت کرنا

عن أبی هریرة ﷛ قال کان النبی صلی اللہ علیه وسلم یقرأ فی الفجر یوم الجمعة بالم تنزیل فی الرکعة الأولی وفی الثانیة هل أتی علی الإنسانِ. (متفق علیه)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آقائے نامدار ﷺ جمعہ کے روز نمازِ فجر کی پہلی رکعت میں الم تنزیل اور دوسری رکعت میں ھَلْ اَتٰی علی الانسان پڑھتے تھے۔''

توضیح

حضرات شوافع اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جمعہ کے روز نمازِ فجر میں حدیث میں مذکورہ سورتیں ہی پڑھنی چاہئیں مگر حنفیہ چونکہ تعین سورۃ سے منع کرتے ہیں، اس لئے کہتے ہیں کہ یہ اولیٰ نہیں ہے کہ کسی خاص سورۃ کو کسی خاص نماز کے ساتھ اس طرح متعین کرلیا جائے کہ اس کے علاوہ کوئی دوسری سورت پڑھی ہی نہ جائے۔ ان حضرات کے نزدیک قرأت وسورۃ کی ممانعت کی وجہ صرف یہ ہے کہ اگر کسی خاص نماز کے ساتھ کسی خاص سورۃ کو متعین کردیا جائے گا تو لوگ اسی ایک سورۃ کو لازم و واجب سمجھ کر پڑھیں گے اور اس کے علاوہ دوسری سورتوں کو پڑھنا مکروہ سمجھیں گے۔

ہاں اگر کوئی شخص مثلاً اس حدیث کے مطابق جمعہ کے روز نمازِ فجر کی پہلی رکعت میں الٓمّٓ تنزیل (سورۃ السجدہ) اور دوسری رکعت میں ھَلْ اَتٰی علی لانسان (سورہ دہر) آنحضرت کی قرأت کی برکت حاصل کرنے اور اتباعِ سنت کے جذبہ سے پڑھا کرے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں بشرطیکہ ان سورتوں کے علاوہ کبھی کبھی کوئی دوسری سورت بھی پڑھ لیا کرے تاکہ کم علم اور عوام یہ نہ سمجھیں کہ ان سورتوں کے علاوہ کوئی دوسری سورت پڑھنی جائز نہیں ہے۔

اس کے علاوہ حنفیہ کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اس عمل پر آنحضرت ﷺ کا دوام ثابت نہیں ہے بلکہ آپ ﷺ کبھی کبھی یہ سورتیں پڑھا کرتے تھے۔ لہٰذا کبھی کبھی پڑھنا تو

ہر شخص کے لئے افضل ہے۔

اس موقعہ پر یہ مسئلہ بھی سن لیجئے کہ اگر کوئی شخص صبح کی نماز میں سورۂ سجدہ پڑھے تو اسے سجدۂ تلاوت بھی کرنا چاہئے اگرچہ شوافع کے کچھ علماء نے بعض ایام میں امام کے لئے اس کو ترک کرنا ہی اولیٰ قرار دیا ہے لیکن آنحضرت ﷺ سے سجدۂ تلاوت کرنا ثابت ہے۔

دوران خطبہ سامعین کا بلند آواز سے درود شریف پڑھنا

عن عمر قال سمعت النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول اذا دخل احدکم المسجد والامام علی المنبر فلاصلاۃ ولا کلام حتی یفرغ الامام. (طبرانی)

وعنہ قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اِذا قلت لصاحبک یوم الجمعۃ اَنصِتْ والامام یخطبُ فقد لَغَوْتَ. (متفق علیہ)

''اور حضرت ابو ہریرہ ؓ روای ہیں کہ سرتاجِ دو عالم ﷺ نے فرمایا: جمعہ کے دن جب امام خطبہ پڑھ رہا ہو اگر تم نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے شخص سے یہ بھی کہا کہ ''چپ رہو'' تو بھی تم نے لغو کام کیا۔''

توضیح

خطبہ کے وقت چونکہ کسی بھی قسم کے کلام اور گفتگو کی اجازت نہیں ہے، اسی لئے اس وقت ایسے شخص کو جو گفتگو کر رہا ہو، خاموش ہو جانے کے لئے کہنا بھی اس حدیث کے مطابق ''لغو'' ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ خطبہ کے وقت مطلقاً کلام اور گفتگو ممنوع

ہے اگر چہ وہ کلام وگفتگو امر بالمعروف (اچھی بات کے کرنے) اور نھی عن المنکر (بری بات سے روکنے) ہی سے متعلق کیوں نہ ہو ہاں اس وقت یہ فریضہ اشارہ کے ذریعہ ادا کیا جا سکتا ہے لیکن زبان سے کہنے کی اجازت نہیں ہے۔

خطبہ کے وقت خاموش رہنا

جب امام خطبہ پڑھ رہا ہو اس وقت خاموش رہنا اکثر علماء کے نزدیک واجب ہے، امام ابوحنیفہؒ بھی انہیں میں شامل ہیں۔ بعض علماء کے نزدیک مستحب ہے چنانچہ امام شافعیؒ کے دو قول ہیں ایک قول وجوب کا ہے اور دوسرا استحباب کا، امام ابوحنیفہؒ کا مسلک یہ ہے کہ جس وقت امام خطبہ کے لئے چلے اس وقت بھی نماز شروع کرنا یا کلام کرنا دونوں ممنوع ہیں اگر کوئی شخص نماز (مثلاً سنت وغیرہ) پڑھ رہا ہو اور امام خطبہ شروع کردے تو اس شخص کو دو رکعت پوری کر کے نماز توڑ دینی چاہئے۔ مگر حضرت امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک امام کے خطبہ کے لئے چلنے اور خطبہ شروع کرنے کے درمیان اسی طرح اس کے خطبہ ختم کرنے کے بعد سے تکبیر تحریمہ شروع ہو جانے تک کلام کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ کراہتِ کلام اس وجہ سے ہے کہ کلام میں مشغول رہنے والا شخص خطبہ نہیں سن سکتا اور ظاہر ہے کہ یہ مواقع خطبہ سننے کے نہیں ہیں اس لئے ایسے اوقات میں کلام کرنا جائز ہے۔

مگر حضرت امام ابوحنیفہؒ ان دونوں کی ممانعت کی یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ حدیث ہے۔

اذا خرج الامام فلاصلوٰۃ ولا کلام.

''جب امام خطبہ کے لئے چلے تو اس وقت نہ نماز جائز اور نہ کلام۔''

نیز صحابہ رضی اللہ عنہم کے اقوال بھی اسی طرح ہیں۔ اور صحابی رضی اللہ عنہ کے قول کو حجت اور دلیل قرار دیتے ہیں نہ صرف یہ کہ کوئی شک وشبہ نہیں ہے بلکہ قول صحابی رضی اللہ عنہ کی تقلید وپیروی واجب ہے، علماء نے لکھا کہ خطبہ کے وقت صاحب ترتیب کے لئے قضاء نماز پڑھنی مکروہ نہیں ہے۔

اُس شخص کے بارہ میں جو امام سے دور ہو اور خطبہ کی آواز اس تک نہ پہنچ رہی ہو، علماء کے مختلف اقوال ہیں لیکن صحیح اور مختار قول یہ ہے کہ وہ شخص بھی گفتگو وکلام نہ کرے بلکہ اُس کے لئے بھی خاموش رہنا واجب ہے۔

خطبہ کے وقت کے آداب

علماء نے صراحت کی ہے کہ جس وقت امام خطبہ پڑھ رہا ہو اس وقت کھانا پینا یا کتابت وغیرہ دنیوی امور میں مشغول ہونا حرام ہے، سلام اور چھینک کا جواب دینا بھی مکروہ ہے اس سلسلہ میں دُرِّ مختار میں ایک کلیہ لکھا گیا ہے۔

كُلُّ شَیْءٍ حُرِّمَ فِی الصَّلٰوۃِ حُرِّمَ فِی الْخُطْبَةِ.

''جو چیزیں نماز میں حرام ہیں وہ خطبہ کے وقت بھی حرام ہیں۔''

خطبہ کے وقت درود بھی زبان سے نہیں بلکہ دل میں کہہ لیا جائے۔ خطبہ کے وقت کسی شخص کو اس کی خلافِ شرع حرکت سے روکنا زبان سے تو مکروہ ہے لیکن ہاتھ یا آنکھ کے اشارے سے اُسے منع کر دینا مکروہ نہیں ہے۔

بہر حال! جمعہ میں سویرے سے جانا ثواب کی زیادتی کا باعث ہے اور کوئی شخص سویرے سے مسجد پہنچ تو گیا مگر اُس نے وہاں امام کے خطبہ پڑھتے وقت کسی

کو زبان سے نصیحت کی تو گویا اس سے ایک لغو کام صادر ہوا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ صبح سویرے مسجد پہنچ جانے کا ثواب جاتا رہا۔ لہٰذا یہ چاہئے کہ جمعہ کی نماز کے لئے مسجد میں سویرے سے پہنچا جائے اور وہاں ایسی کوئی حرکت نہ کی جائے جس سے ثواب جاتا رہے۔

ایک خطبہ کے بعد دوسرے خطبہ میں نشست تبدیل کرنا

عام طور پر دیکھا گیا کہ لوگ پہلے خطبہ میں ایک ہیئت پر بیٹھتے ہیں اور دوسرے خطبہ میں دوسری ہیئت پر، اس طرح دو خطبوں میں بیٹھنے کی ہیئت بدلنے کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں ہے، اس لئے ایک خطبہ میں ایک طرح بیٹھنے کو اور دوسرے خطبہ کو دوسری طرح بیٹھنے کو سنت یا واجب سمجھنا بدعت اور گناہ ہے۔

> ''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص اس امر (یعنی دین) میں کوئی ایسی نئی بات پیدا کرے جو اس میں سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔'' (صحیح مسلم: ج۲،ص۲۵)

نمازِ جمعہ کے فوراً بعد اسی جگہ دوسری نماز پڑھنا

وعن عمر بن عطاء أن نافع بن جبير أرسله إلى السائب يسأله عن شيء رآه منه معاوية في الصلاة فقال نعم صليت معه الجمعة في المقصورة فلما سلم الإمام قمت في مقامي فصليت فلما دخل أرسل إلي فقال لا تعد لما فعلت إذا صليت الجمعة فلا تصلها بصلاة حتى تكلم أو تخرج فإن رسول الله صلى الله عليه وسلم

أمرنا بذلک أن لا نوصل صلاۃ بصلاۃ حتی نتکلم أو نخرج. (رواہ مسلم)

''اور حضرت عمرو بن عطاء (تابعی) رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں منقول ہے کہ انہیں (یعنی عمرو) کو حضرت نافع ابن جبیر (تابعیؒ) نے حضرت سائب (صحابی ﷜) کے پاس بھیجا تا کہ وہ ان سے وہ چیزیں پوچھیں جو حضرت امیر معاویہ ﷜ نے انہیں نماز میں کرتے ہوئے دیکھا تھا (اور اس سے انہیں منع کیا تھا چنانچہ حضرت عمروؒ، حضرت سائب کے پاس گئے اور ان سے اس چیز کی تفصیل معلوم کی) انہوں نے فرمایا کہ ہاں'' (ایک مرتبہ) میں نے حضرت امیر معاویہ ﷜ کے ہمراہ مقصورہ میں جمعہ کی نماز پڑھی جب امام نے سلام پھیرا تو میں اسی جگہ (جہاں جمعہ کی فرض نماز پڑھی تھی) کھڑا ہو گیا اور (فرض وسنت میں کوئی امتیاز کئے بغیر جمعہ کی سنت) نماز پڑھنے لگا، جب حضرت امیر معاویہ ﷜ (نماز سے فراغت کے بعد) اپنے مکان چلے گئے تو میرے پاس ایک شخص کو یہ کہلا کر بھیجا کہ'' اس وقت تم نے جو کچھ کیا ہے آئندہ ایسا نہ کرنا (یعنی جس جگہ فرض نماز پڑھو اسی جگہ امتیاز پیدا کئے بغیر نفل نماز نہ پڑھنا چنانچہ) جب تم جمعہ کی نماز پڑھو تو اس (جمعہ کی فرض نماز) کو کسی دوسری یعنی نفل یا قضا) نماز سے نہ ملاؤ، جب تک کہ تم کوئی گفتگو نہ کر لو یا (مسجد سے) نہ نکل جاؤ، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں اس بات کا حکم دیا کہ ہم ایک نماز

کو دوسرے نماز کے ساتھ نہ ملائیں ۔ تاوقتیکہ (درمیان میں) بات
چیت نہ کرلیں یا (مسجد سے) باہر نہ چلے جائیں ۔‘‘

توضیح

پچھلے زمانہ میں جب کہ سلاطین وامراء نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں آتے تھے تو ان کی امتیازی حیثیت وشان یا حفاظت کے پیش نظر ان کے لئے مسجد کے اندر ایک مخصوص جگہ بنادی جاتی تھی جسے ’’مقصورہ‘‘ کہا جاتا تھا، بادشاہ یا خلیفہ مسجد میں آکر اسی جگہ نماز پڑھتا تھا۔

حدیث کے الفاظ اذا **صلیت الجمعة** میں جمعہ کی قید اتفاقی اور مثال کے طور پر ہے کیونکہ جمعہ کے علاوہ بھی تمام نمازوں کا یہی حکم ہے کہ فرض کے ساتھ نوافل نماز ملا کر نہ پڑھی جائیں چنانچہ اس کی تائید حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث کررہی ہے، جس میں کسی خاص نماز کے بارہ میں نہیں فرمایا گیا ہے بلکہ ہر نماز کے متعلق یہ حکم دیا گیا ہے کہ جب فرض نماز پڑھ لی جائے تو نوافل پڑھنے کے لئے ایسا طریقہ اختیار کیا جائے جس سے فرض اور نوافل میں فرق وامتیاز پیدا ہو جائے مثلاً جس جگہ فرض نماز پڑھی گئی ہے اسی جگہ نفل (خواہ سنت مؤکدہ ہو یا غیر مؤکدہ) نہ پڑھی جائے بلکہ اس جگہ سے ہٹ کر دوسری جگہ کھڑے ہو کر پڑھی جائے تاکہ دونوں نمازوں کے درمیان امتیاز پیدا ہو سکے اور اس سے فرض ونفل کے درمیان التباس پیدا نہ ہو۔

چنانچہ حدیث کے الفاظ ’’او نخرج‘‘ سے اسی طرف اشارہ کیا جارہا ہے اب ’’او نخرج‘‘ سے مسجد سے حقیقۃً نکلنا بھی مراد ہو سکتا ہے یعنی فرض نماز پڑھ

کر مسجد سے نکل کر گھر وغیرہ آجائے اور وہاں نوافل پڑھے جائیں اور حکماً نکلنا بھی مراد ہوسکتا ہے یعنی جس جگہ فرض نماز پڑھی ہے اس جگہ سے ہٹ کر نوافل دوسری جگہ پڑھے جائیں۔

فرض ونوافل کے درمیان فرق وامتیاز پیدا کرنے کی ایک اور صورت ہے اور وہ یہ کہ جب فرض نماز پڑھ لی جائے تو اس کے بعد کسی دوسرے شخص سے کوئی گفتگو کر لی جائے تاکہ اس سے ان دونوں نمازوں کے درمیان فرق وامتیاز پیدا ہو جائے چنانچہ حتی نتکلم سے یہی بتایا جارہا ہے۔

اتنی بات ملحوظ رہے کہ فرض ونوافل کے درمیان جس فرق وامتیاز کے لئے کہا جارہا ہے وہ دنیاوی بات چیت اور گفتگو ہی سے حاصل ہوتا ہے ذکر اللہ وغیرہ سے وہ فرق حاصل نہیں ہوگا۔

پہلی اذان کے بعد دو رکعت نماز پڑھنا

بینما النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم یخطب یوم الجمعة اذ جاء رجل فقال النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم: اصلّیتَ؟ قال: لا ، قال: فقم فارکع.

''نبی کریم ﷺ جمعہ کے روز خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک آدمی مسجد میں داخل ہوا، آنحضرت ﷺ نے اس سے ارشاد فرمایا: ''کیا تم نے نماز پڑھی ہے؟'' اس نے کہا: ''نہیں''۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کھڑے ہوکر نماز پڑھ لو۔''

اس حدیث کی بناء پر شافعیہ اور حنابلہ کا مسلک یہ ہے کہ جمعہ کے دوران آنے

والا خطبہ کے دوران ہی تحیۃ المسجد پڑھ لے تو یہ مستحب ہے۔ اس کے برخلاف امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور فقہاء کوفہ یہ کہتے ہیں کہ خطبۂ جمعہ کے دوران کسی قسم کا کلام یا نماز جائز نہیں، جمہور صحابہ وتابعین کا بھی یہی مسلک ہے۔

حنفیہ کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) آیت قرآن:

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا.

اس کے بارے میں بحث پیچھے گذر چکی ہے کہ خطبۂ جمعہ بھی اس حکم میں شامل ہے، بلکہ شافعیہ تو اس آیت کو صرف خطبۂ جمعہ ہی کے ساتھ مخصوص مانتے ہیں، البتہ ہم نے یہ بات ثابت کی تھی کہ آیت کا نزول نماز کے بارے میں ہوا ہے لیکن اس کے عموم میں خطبہ بھی شامل ہے۔

(۲) حضرت ابوہریرہؓ کی روایت آرہی ہے:

أن رسولاللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال من قال يوم الجمعة والامام يخطب "اَنْصِتْ" فقد لغا.

"اورحضرت ابوہریرہؓ روای ہیں کہ سرتاجِ دو عالم ﷺ نے فرمایا: جمعہ کے دن جب امام خطبہ پڑھ رہا ہو اگر تم نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے شخص سے یہ بھی کہا کہ "چپ رہو" تو بھی تم نے لغو کام کیا۔"

اس میں آنحضرت ﷺ نے خطبہ کے دوران امر بالمعروف سے بھی منع فرمایا ہے حالانکہ امر بالمعروف فرض ہے اور تحیۃ المسجد مستحب ہے لہٰذا تحیۃ المسجد بطریقِ اولیٰ ممنوع ہوگی۔

(۳) مسند احمد میں حضرت نبیشہ ہذلی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے وہ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں:

أن المسلم إذا اغتسل يوم الجمعة ثم أقبل إلى المسجد لا يؤذى أحدا فإن لم يجد الإمام خرج صلى ما بدا له وإن وجد الإمام قد خرج جلس فاستمع وأنصت حتى يقضى الإمام جمعته الخ ..

اس حدیث میں صراحۃً بتادیا گیا ہے کہ نماز اسی وقت مشروع ہے جبکہ امام خطبہ کے لئے نہ نکلا ہو اور اگر امام نکل چکا ہو تو خاموش بیٹھنا چاہئے۔

علامہ ہیثمیؒ مجمع الزوائد میں اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

رواه احمد ورجاله رجال الصحيح خلا شيخ احمد هو ثقه.

البتہ اس روایت پر علامہ منذریؒ نے یہ اعتراض کیا ہے کہ عطاء خراسانی کا سماع حضرت نبیشہ سے نہیں ہے، لیکن اس اعتراض کا حاصل زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ محدثین کے درمیان اس حدیث کی تصحیح میں اختلاف ہے اور ایسی صورت میں حدیث قابلِ استدلال ہوتی ہے۔

(۴) معجم طبرانی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً مروی ہے:

قال سمعت النبى صلى الله عليه السلام يقول اذا دخل احدكم المسجد والامام على المنبر فلاصلاة ولا كلام حتى يفرغ الامام.

اس حدیث کی سند اگر چہ ضعیف ہے، لیکن متعدد قرائن اس کے مؤید ہیں۔ اول

تو اس بناء پر کہ مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا اپنا مسلک اسی کے مطابق مروی ہے۔ دوسرے اس لئے کہ علامہ نوویؒ کے اعتراف کے مطابق حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کا مسلک بھی یہی تھا کہ وہ خروج امام کے بعد نماز یا کلام کو جائز نہیں سمجھتے تھے اور یہی مسلک بعض دوسرے صحابہؓ وتابعینؒ سے بھی مروی ہے اور یہ اصول کئی مرتبہ گذر چکا ہے کہ حدیث ضعیف اگر مؤید بالتعامل ہو تو قابل استدلال ہوتی ہے۔

(۵) حدیث باب کے واقعہ کے سوا آنحضرت ﷺ سے کہیں یہ ثابت نہیں کہ آپ ﷺ نے خطبہ کے دوران آنے والے کسی شخص کو نماز پڑھنے کے لئے کہا ہو۔ مثلاً استسقاء کی حدیث میں جو اعرابی قحط کی شکایت لیکر آئے تھے پھر ایک ہفتہ کے بعد دوبارہ سیلاب کی شکایت لیکر آئے وہ دونوں واقعات میں خطبہ کے دوران پہنچے تھے لیکن آپ ﷺ نے ان کو نماز کا حکم نہیں دیا، نیز ایک شخص خطبہ کے دوران تخطی رقاب کرتا ہوا جا رہا تھا۔ آپ ﷺ نے اس سے فرمایا:

اجلس فقد اذيت.

نیز ابوداؤد میں حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کا واقعہ مذکورہ ہے۔

عن جابر قال لما استوىٰ رسول الله صلى الله عليه وسلم(اى جلس مستويا على المنبر) يوم الجمعة قال: اجلسوا، فسمع ذلك ابن مسعود فجلس على باب المسجد فراٰه رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال تعال يا عبدالله بن مسعود.

یہاں بھی آپ ﷺ نے ان کونماز کا حکم نہیں دیا۔ نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خطبہ کے دوران حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو دیر سے آنے اور غسل نہ کرنے پر تنبیہ فرمائی لیکن نماز کا حکم نہیں دیا۔ یہ تمام واقعات اس پر دلالت کرتے ہیں کہ خطبہ کے دوران نماز کا حکم نہیں تھا۔

جہاں تک حدیث باب کے واقعہ کا تعلق ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ واقعہ خطبہ سے پہلے کا ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک مرتبہ جمعہ کے خطبہ کے لئے منبر پر تشریف فرما تھے لیکن ابھی خطبہ شروع نہیں فرمایا تھا کہ اتنے میں ایک صاحب جن کا نام سلیک بن ہدیۃ الغطفانی تھا، انتہائی بوسیدہ کپڑے پہنے ہوئے مسجد میں داخل ہوئے آپ نے ان کے فقر وفاقہ کی کیفیت کو دیکھ کر یہ مناسب سمجھا کہ تمام صحابہ ان کی حالت کو اچھی طرح دیکھ لیں اس لئے انہیں کھڑا کر کے نماز کا حکم دیا اور جتنی دیر انہوں نے نماز پڑھی اتنی دیر آپ خاموش رہے اور خطبہ شروع نہیں فرمایا، بعد میں آپ نے صحابۂ کرام کو ان پر صدقہ کرنے کی ترغیب دی، چنانچہ اس موقع پر صحابۂ کرام نے انہیں خوب صدقہ دیا اس سے واضح ہوا کہ یہ اول تو ایک خصوصی واقعہ تھا جس کو عمومی قواعدِ کلیہ کے خلاف پیش نہیں کیا جاسکتا۔ دوسرے یہ کہ حضرت سلیک رضی اللہ عنہ کے آنے کے وقت آپ نے خطبہ شروع نہیں فرمایا تھا جس کی دلیل یہ ہے کہ صحیح مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ مروی ہیں:

جاء سليك الغطفاني رضي الله عنه يوم الجمعة ورسول الله صلى الله عليه وسلم قاعد على المنبر.

اور یہ معلوم ہے کہ آپ ہمیشہ کھڑے ہوکر خطبہ دیا کرتے تھے لہٰذا بیٹھنے کا

مطلب یہی ہے کہ آپ نے ابھی خطبہ شروع نہیں فرمایا تھا۔ اور یہ بات کہ حضرت سلیک ﷛ بہت بوسیدہ حالت میں تھے ترمذی میں حضرت ابوسعید خدری ﷛ کی روایت سے ثابت ہے، جس میں وہ فرماتے ہیں:

أن رجلاً جاء يوم الجمعة في هيئة بذّة (اى هيئة تعدل

على الفقر).

اور یہ بات کہ آپ ان کی نماز کے دوران خطبہ سے رکے رہے، دارقطنی کی روایت سے ثابت ہے۔

پھر اس روایت سے تحیۃ المسجد پر استدلال بھی مشکل ہے اوّل تو اس لئے کہ "قم فارکع" کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلیک ﷛ ایک مرتبہ بیٹھ چکے تھے پھر آپ نے ان کو کھڑا کیا، اور ظاہر ہے کہ بیٹھنے کے بعد تحیۃ المسجد فوت ہو جاتی ہے۔ دوسرے ابن ماجہ کی روایت میں مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ان سے پوچھا:

ا صلّيت ركعتين قبل ان تجئ؟

انہوں نے فرمایا: "لا"

اس پر آپ نے فرمایا:

فصلّ ركعتين.

اس سے صاف واضح ہے کہ آپ نے ان کو تحیۃ المسجد کا حکم نہیں دیا تھا بلکہ سنن قبلیہ کا حکم دیا تھا، بہرحال یہ ایک مخصوص واقعہ تھا جس سے یہ عمومی حکم مستنبط کرنا غلط ہے کہ خطبہ کے دوران ہمیشہ تحیۃ المسجد پڑھنا مستحب ہے۔ ہماری مذکورہ بالا تشریح سے حضرت سلیک ؓ کے واقعہ کا تو جواب ہو جاتا ہے۔

البتہ اس مسئلہ میں شافعیہ اور حنابلہ کی ایک قوی دلیل صحیحین میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی ایک قولی روایت ہے۔

قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو یخطب اذا جاء احدکم والامام یخطب او قد خرج فلیصل رکعتین. (اللفظ للبخاری)

یہ حدیث قولی ہے اور اس میں حضرت سلیک رضی اللہ عنہ کے واقعہ کی کوئی تخصیص نہیں بلکہ اس میں عمومی حکم دیا گیا ہے۔

اس کے جواب میں بعض حضرات نے تو یہ کہا ہے کہ یہ روایت شعبہ کا تفرد ہے اور عمرو بن دینار سے مذکورہ الفاظ کے ساتھ اس روایت کو نقل کرنے میں انہیں وہم ہوگیا ہے، اصل میں یہ حضرت سلیک ہی کا واقعہ ہے جسے انہوں نے غلطی سے قولی حدیث بنا دیا، امامِ دارقطنی نے ''کتاب التتبع علی الصحیحین'' کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے جس میں صحیحین کی متکلم فیہ روایات کو جمع کیا ہے اور یہ روایت بھی اسی میں شامل ہے لیکن حافظ ابن حجرؒ نے ہدی الساری مقدمہ فتح الباری میں امام دارقطنی پر مدلل رد کیا ہے اور ان کے ایک ایک اعتراض کا مفصل جواب دیا ہے اور اس ضمن میں اس حدیث پر بھی امام دارقطنی کے اعتراض کا شافی جواب دیا ہے چنانچہ اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ صحیحین میں کوئی روایت ضعیف نہیں اور ان کی تمام احادیث صحیح ہیں، لہٰذا حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث قولی کے بارے میں حنفیہ کا مذکورہ بالا جواب کسی طرح درست نہیں اور ہو بھی کسی طرح سکتا ہے جبکہ شعبہ امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں اور ان کی طرف بلا دلیل وہم کو منسوب نہیں کیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا اس حدیث کی صحت پر

شک درست نہیں، پھر خاص طورؒ سے جبکہ حافظ ابن حجرؒ نے شعبہ کا ایک متابع بھی ذکر کیا ہے۔

لہٰذا اس حدیث کا صحیح جواب یہ ہے کہ یہ آیت قرآنی:

وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا.

اور ان احادیث کے معارض ہے جو حنفیہ نے اپنے استدلال میں ذکر کی ہیں، (اور جن کو ہم پیچھے نقل کر چکے ہیں) اب اگر تطبیق کا طریق اختیار کیا جائے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ **والامام یخطب** سے مراد **یرید الامام ان یخطب** یا **کاد الامام ان یخطب** ہے اور اگر ترجیح کا طریقہ اختیار کیا جائے تو روایات نہی کئی وجوہ سے راجح ہیں۔

روایات نہی کی وجوہ ترجیح

ایک، اس بناء پر کہ محرِّم اور مبیح میں تعارض کے وقت محرِّم کو ترجیح ہوتی ہے۔ دوسرے اس لئے کہ روایاتِ نہی مؤید بالقرآن ہیں۔ تیسرے اس لئے کہ روایات نہی مؤید بالاصول الکلیہ ہیں۔ چوتھے اس لئے کہ وہ مؤید بتعامل الصحابۃ والتابعین ہیں۔ پانچویں یہ کہ ان پر عمل کرنے میں احتیاط زیادہ ہے کیونکہ تحیۃ المسجد کسی کے نزدیک بھی واجب نہیں لہٰذا اس کے ترک سے کسی کے نزدیک بھی گناہ کا احتمال نہیں جبکہ نہی عن الصلوٰۃ والکلام کی احادیث کو ترک کرنے سے گناہ کا اندیشہ ہے اس بناء پر حنفیہ نے احتیاط اس میں سمجھی کہ نہی کے دلائل پر عمل کیا جائے، یہی وجہ ہے کہ انہوں نے خطبہ کے وقت ترک صلاۃ کو اختیار کیا ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

دورانِ خطبہ بات چیت کرنا

ائمہ اربعہ کے نزدیک اثناء خطبہ میں کلام جائز نہیں، البتہ امام شافعیؒ کے قول جدید میں جواز ہے۔ اور جواز کے بارے میں ان کا استدلال ان روایات سے ہے جن میں آپ ﷺ سے کلام ثابت ہے۔

پھر حنفیہ کے نزدیک سامعین کو تو کلام کی اجازت نہیں البتہ امام کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ دینی ضرورت کے تحت تکلم کرسکتا ہے۔

پھر خطبہ کے وقت سلام اور چھینک کا جواب دینے کی بھی اجازت نہیں چنانچہ امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام اوزاعیؒ اور ایک روایت کے مطابق امام احمدؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔ البتہ امام ابو یوسفؒ وغیرہ ردسلام اور تشمیت عاطس (سلام کا جواب دینا اور چھینکنے والے کو یرحمک اللہ کہنا) کے قائل ہیں۔ ان کا استدلال اس بات سے ہے کہ ردّ سلام واجب اور تشمیت عاطس کم از کم سنت مؤکدہ ہے لہٰذا ان کے ترک کی اجازت نہ ہوگی۔

جمہور کا استدلال روایتِ باب سے ہے۔

من قال یوم الجمعة والامام یخطب "أنصت" فقد لغا"

اس کے علاوہ امر بالانصات امر بالمعروف ہونے کی حیثیت سے واجب ہونا چاہئے تھا جب اُسے بھی لغو قرار دیا گیا ہے تو ردسلام اور تشمیت عاطس کا بھی یہی حکم ہوگا۔ واللہ اعلم

جمعہ کے روز گردنیں پھلانگ کر اگلی صفوں میں جانا

من تخطی رقاب الناس یوم الجمعة اتخذ جسرًا الی جهنم.

تخطی رقاب (یعنی گردنوں کو پھلانگ پھلانگ کر چلنا) کے مکروہ ہونے پر جمہور کا اتفاق ہے، پھر بعض نے اس کو مکروہ تحریمی قرار دیا ہے اور بعض نے تنزیہی، قول اول راجح ہے۔ البتہ امام کے لئے تخطی (لوگوں کے بیچ میں سے چل کر منبر تک جانے) کی گنجائش ہے۔ پھر تخطی رقاب سے متعلق مذکورہ حدیث اگر چہ ضعیف ہے لیکن چونکہ تخطی کی ترہیب میں اور اس سے احتراز کی ترغیب میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں اس لئے اس روایت کو بھی ایک درجہ میں قوت حاصل ہو جاتی ہے۔ واللہ اعلم

خطبہ کے دوران مسواک کرنا

خطبہ کے حالت میں چپ چاپ خاموش رہنا اور خطبہ سننا ضروری ہے، حدیث شریف میں ہے، جس نے کنکریوں کو ہاتھ لگایا اس نے لغو کیا اور ثواب سے محروم رہا'' پس خطبہ کی حالت میں مسواک کرنا درست نہیں، اور درمختار میں ہے:

وکل ماحرم فی الصلوٰۃ حرم فیھا.

''جو چیز نماز میں حرام ہے وہ خطبہ میں بھی حرام ہے۔''

خطبہ دینے کے آداب

عن جابر قال کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم إذا خطب احمرت عیناہ وعلا صوتہ واشتد غضبہ حتی کأنہ منذر جیش یقول صبحکم ومساکم ویقول بعثت أنا والساعۃ کھاتین ویقرن بین إصبعیہ السبابۃ والوسطیٰ. (رواہ مسلم)

''اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرتاج دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب (جمعہ کا یا کوئی اور) خطبہ ارشاد فرماتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں سرخ ہو جاتیں، آواز بلند ہو جاتی اور غصہ تیز ہو جاتا تھا یہاں تک کہ (ایسا محسوس ہوتا) گویا آپ لوگوں کو (دشمن کے لشکر سے) ڈرا رہے ہوں اور فرما رہے ہو کہ صبح و شام میں تم پر دشمن کا لشکر ڈاکہ ڈالنے والا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ میں یہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اور قیامت کو اس طرح ساتھ ساتھ بھیجا گیا ہے'' یہ کہہ آپ اپنی دو انگلیوں یعنی شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی کو ملاتے۔''

توضیح

انوارِ جلال کبریائی کی تجلی اور امت مرحومہ کی تقصیرات کے مشاہدہ کی وجہ سے خطبہ کے وقت آپ کی آنکھیں سرخ ہو جاتی تھیں اسی طرح اپنی امت کے غم و فکر کی وجہ سے یا یہ کہ سامعین کے کانوں تک اپنے الفاظ پہنچانے کے لئے آپ کی آواز بلند ہوتی تھیں تا کہ لوگوں کے قلوب متاثر ہوں، نیز اس وقت آپ کا غصہ اُمت کی اعتقادی و عملی بے راہ روی کے پیشِ نظر تیز ہو جاتا تھا۔

بہر حال حاصل یہ ہے کہ جس طرح اپنی قوم اور اپنے لشکر کی غفلت شعاریوں اور کوتاہیوں کو دیکھ کر اس کو دشمن کے خطرناک ارادوں اور منصوبوں سے ڈرانے والا اپنی آواز کو بلند کرتا ہے۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو جاتی ہیں اور غصہ تیز ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اپنی اُمت کی غفلت شعاریوں کے پیش نظر خطبہ کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ کیفیت و حالت ہوتی تھی۔

حدیث کے آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ ''جس طرح بیچ کی انگلی شہادت کی انگلی سے تھوڑی سی بڑھی ہوتی ہے اسی طرح میں بھی قیامت سے بس تھوڑے ہی پہلے دنیا میں آیا ہوں۔ قیامت کے آنے کا وقت میری بعثت کے وقت سے متصل ہی ہے میرے بعد جلد ہی قیامت آنے والی ہے۔

دوران خطبہ گفتگو کرنے پر سنگین وعید

عن ابن عباس قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من تکلم یوم الجمعۃ والإمام یخطب فھو کمثل الحمار یحمل أسفارا والذی یقول لہ أنصت لیس لہ جمعۃ.

رواہ احمد. (مشکوۃ المصابیح)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما راوی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص جمعہ کے دن اس حالت میں جبکہ امام خطبہ پڑھ رہا ہو، بات چیت میں مشغول ہو تو وہ گدھے کی مانند ہے کہ جس پر کتابیں لادی گئی ہوں۔ اور جو شخص اس (بات چیت میں مشغول رہنے والے) سے کہے کہ چپ رہو تو اس کے لئے جمعہ کا ثواب نہیں۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خطبہ کے دوران ہر قسم کی گفتگو منع ہے۔ باقی خطبہ کے دوران آپ ﷺ سے اگر کہیں کچھ گفتگو ثابت ہے تو وہ آپ کی خصوصیت تھی یا آپ نے خطبہ سے پہلے کلام کیا بعد میں خطبہ شروع کیا یا خطبہ کے اختتام پر وہ کلام ہوا ہوگا لہٰذا خطبہ کے دوران گفتگو مطلقاً ممنوع ہے۔

آئینہ تالیفات

حضرت مولانا مفتی عاصم عبداللہ صاحب کی تالیفات ایک نظر میں

حضرت مولانا مفتی عاصم عبداللہ صاحب دامت برکاتہم کو اللہ پاک نے ذوقِ مطالعہ، شوقِ تصنیف وتالیف عطا فرمایا ہے، بہت کم عرصے میں انہوں نے میدانِ قلم میں وہ مقام حاصل کیا کہ ان کا شمار ملک کے بااعتماد مصنفین میں ہونے لگا ہے، اوران کی کتابیں معتبر ومستند کتب سمجھ کر دیکھی اور پڑھی جانے لگی ہیں، طبقۂ اہل علم ودانش انہیں قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے، اس وقت ان کی دو درجن کے قریب ''تالیفات'' میرے سامنے رکھی ہیں، ان کی تصنیف کردہ کتابوں کی ورق گردانی کرنے ، کچھ بغور اور کچھ سرسری طور پر پڑھنے سے حیرت بھی ہوئی اور مفتی صاحب موصوف کی علمی قابلیت ولیاقت کا اندازہ بھی، مولانا کے قریب رہنے کے وجہ سے بندہ کو کسی قدر حضرت مفتی صاحب کی تدریس وافتاء کی ذمہ داریوں اور دیگر تصنیفی ،علمی وعملی مشاغل ومصروفیات کا علم ہے، نیز جامعہ کے انتظامی امور کا کس قدر بوجھ حضرت مفتی صاحب کے کندھوں پر ہے؟ یہ ان کی قریبی احباب بخوبی جانتے ہیں، ان سب باتوں کو دیکھ کر واقعۃً حیرت ہوتی ہے کہ مفتی صاحب آخر کس وقت یہ تصنیفی امور سرانجام دیتے ہیں؟ میں اپنے طور پر ان کے تصنیفی اوقات طے کرنے میں قیاس آرائیاں کرتا رہا لیکن حتمی طور پر کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکا، بالآخر ایک دن میں نے پوچھ ہی لیا کہ ''حضرت! یہ کتابیں آپ کب اور کس وقت تحریر فرماتے ہیں؟''

اپنی گذشتہ تصنیف ''سنہرے اوراق'' میں نے بیماری کے دنوں میں رات ۱۲ ربجے کے بعد سے فجر کے درمیانی اوقات میں ترتیب دی ہے'' مفتی صاحب نے نہایت سادگی سے جواب دیا۔

''اوراس سے پہلے کی تصنیفات؟''میں نے مکرر پوچھا۔

''وہ بھی تقریباً یہی رات گئے اوقات میں''اُسی سادگی ومتانت سے جواب دیا۔ یہ سن کر مجھے انتہائی حیرت ہوئی، مجھے مشہور مصرع یاد آ گیا۔

مَن طَلَبَ الْعُلٰی سَهَرَ اللَّيَالِیْ

ترجمہ:۔''بلندیوں کا طالب راتیں جاگ کر گذارتا ہے''

حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم نے علمی واصلاحی موضوعات پر قلم اٹھایا ہے، اور کئی کتابیں تحریر فرمادیں، اللہ پاک نے ان کے اوقات میں برکت عطا فرمائی ہے، ماشاء اللہ ہر سال کم از کم دو تین نئی تصانیف منصۂ شہود پر رونما ہوتی ہیں۔ ان کی تصنیف کردہ کتب مختصر تعارف کے ساتھ ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱ **''نماز دین کا ستون''** نماز جیسے اہم بالشان عبادت کے مسائل واحکام و فضائل تفصیل کے ساتھ۔ (صفحات ۶۴)

۲ **''نفل نمازیں''** جس میں مختلف اوقات کی نفل نمازوں کے فضائل' ادائیگی کا طریقہ' رکعات کی تعداد کو کتب حدیث وفقہ سے منتخب کر کے جمع کیا گیا ہے۔ (صفحات ۶۴)

۳ **''صلوٰۃ التسبیح کی فضیلت واہمیت''** اس میں صلوٰۃ التسبیح کی فضیلت واہمیت، اس کے پڑھنے کا طریقہ بیان کیا گیا ہے، نیز اس کی جماعت کا حکم، تسبیحات بھول جانے یا زیادہ پڑھنے کی صورت میں کیا حکم ہے، ایسے ہی تسبیحات کیسے شمار کی جائیں، اس کے علاوہ اس نماز کے تمام احکامات نہایت واضح اور سہل انداز میں بیان کئے گئے ہیں۔

(کل صفحات:۳۱)

۴ ''مساجد، طہارت اور نماز میں عام طور پر پائی جانے والی غلطیاں''
غفلت اور لاعلمی کی وجہ سے مساجد، طہارت اور نماز کے متعلق بیشمار غلطیاں ایسی ہیں جو عوام میں بالعموم اور خواص میں کسی قدر رواج پاگئی ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ عبادات کی انجام دہی کے لئے مشقت اٹھانے کے باوجود نہ نیکی کا شوق بڑھتا ہے، نہ عبادت کی نورانیت نصیب ہوتی ہے، عبادات میں شوق و ذوق پیدا کرنے کے لئے عبادات کو عبادات کے طور پر سنن و آداب کی رعایت کے ساتھ سرانجام دینا ضروری ہے نیز عبادات کے حقیقی ثمرات و برکات کے حصول کے لئے مروجہ غیر شرعی غلطیوں سے بچنا بھی شرطِ لازم ہے، اس کتاب میں عام طور پر پائی جانے والی غلطیوں کی نشاندہی کرکے قرآن وحدیث اور فقہ اسلامی کی روشنی میں اس کا شرعی حل اور جواب ذکر کردیا گیا، کتاب پڑھئے اور اپنی نمازوں کی اصلاح کرکے انہیں سنت کے مطابق بنائیے۔ (کل صفحات:۱۹۲)

۵ ''مختصر دستور العمل'' مختصر رسالہ ہے، جس میں اعتکاف کے فضائل اور عشرۂ اخیرہ میں اوقات ولمحات کو قیمتی بنانے کے لئے معتکفین کے لئے مختصر دستور العمل بیان کیا گیا ہے۔ (صفحات ۴۸)

۶ ''نیکیوں کے پہاڑ'' مختصر وقت یعنی منٹوں اور سیکنڈوں میں ہزاروں لاکھوں اور کروڑوں نیکیاں حاصل کرنے کے لیے روایات سے ثابت شدہ آیات و اوراد کا مجموعہ۔ (صفحات ۷۶)

۷ ''گناہوں کے پہاڑ'' اس رسالہ میں بخاری شریف کی وہ حدیث جس میں آنحضرت ﷺ نے ''سات ہلاکت خیز گناہوں'' سے بچنے کا حکم فرمایا، کی نہایت عمدہ اور دلنشین انداز میں تشریح کی گئی ہے، ایسی جامع وعمدہ تشریح کے ساتھ پہلی بار یہ رسالہ زیر طبع سے آراستہ ہوا ہے، عوام وخواص کے لئے یکساں مفید۔ (صفحات ۹۸)

۸ ''صحابہ کرام معیارِ حق و ایمان ہیں؟'' ایک اہم استفتاء اور اس کا تحقیقی جواب ہے جس میں صحابہ کرام کی مقدس جماعت پر جو بعض ناداں اہل قلم حرف گری کرتے ہیں ان کے دندان شکن جواب کے ساتھ صحابہ کرام کے فضائل کا ایک اجمالی خاکہ پیش کیا گیا ہے۔ (صفحات ۶۴)

۹ ''مروّجہ صلوٰۃ وسلام کی شرعی حیثیت'' اس رسالہ میں اذان سے پہلے دورد وسلام پڑھنے کے متعلق ایک اہم استفتاء کا قرآنِ کریم، احادیثِ مبارکہ اور اقوالِ صحابہ وتابعین کی روشنی میں مفصل ومدلّل جواب دیا گیا۔ (صفحات ۸۰)

۱۰ ''گلدستہ چہل حدیث'' چالیس مختصر احادیث نبویہ کا انتخاب جس میں منتخب احادیث کا مکمل مفہوم اور متعلقہ احکامات واضح کیے گئے ہیں۔ (صفحات ۲۱۶)

۱۱ ''گلدستۂ درودشریف'' اس رسالے میں قرآن وسنت کی روشنی میں نبی اکرم ﷺ پر درود وسلام پڑھنے کے فضائل وبرکات، مسائل اور فوائد تحریر کئے گئے ہیں، نیز احادیثِ مبارکہ، اقوالِ صحابہ وتابعین اور دیگر سلف صالحین کے اقوال کی روشنی میں ''کلماتِ درود'' ذکر کرنے کے بعد ان مواقع ومقامات کو بیان کیا گیا ہے جن میں درود وسلام پڑھنے کی ترغیب آئی ہے۔ (صفحات ۱۹۲)

۱۲ ''دس نصیحتیں'' جس میں حضور ﷺ نے جو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو ایک موقع پر نصیحت فرمائی تھی ان کو مکمل تشریح کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ (صفحات ۱۱۶)

۱۳ ''رسول اکرم ﷺ کے رات کے اعمال'' اس رسالہ میں رات کی وہ تمام سنتیں اختصار کے ساتھ درج ہیں جو سونے سے لے کر جاگنے تک وقتاً فوقتاً انسان کو لاحق ہوتی ہیں، جن پر عمل کر کے انسان اپنی رات کی نیند کو عبادت بنا سکتا ہے۔ (صفحات ۹۴)

۱۴ ''قرآنِ کریم کی پُرنور دعائیں'' اس رسالے میں قرآنِ کریم کی وہ دعائیں ذکر کی گئیں ہیں جو انبیاء علیہم السلام نے مانگی ہیں یا اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے بندوں کو خود سکھلائی ہیں۔ (صفحات ٦٦)

۱۵ ''شاہراہ جنت'' جس میں چالیس وہ اعمال جن کے متعلق جناب نبی کریم ﷺ نے خوشخبری سنائی ہے کہ ان اعمال کو انجام دینا دخول جنت کے موجب ہیں' احادیث کے حوالہ کے ساتھ جمع کیا گیا ہے۔ (صفحات ۱۸۸)

۱۶ ''دنیا سے آخرت تک'' بیماری سے لے کر آخری رسومات' تدفین تک تمام احکام' جنازہ' غسل' کفن عیادت وغیرہ کے احکام ومسائل۔ (صفحات ۹۳)

۱۷ ''والدین کی شرعی ذمہ داریاں'' نومولود بچوں کے اسلامی نام' عقیقہ' سالگرہ' ابتدائی تربیت وغیرہ کے سلسلے میں شرعی ذمہ داریوں سے آگاہ کیا گیا ہے اور مروجہ غیر شرعی رسومات کی قباحت واضح کی گئی ہے۔ (صفحات ۹۴)

۱۸ ''توشہ آخرت'' مختصر وقت میں ڈھیروں اجر وثواب ونیکیوں کے حصول کے لئے مستند روایات سے مأخوذ بابرکت کلمات کا ذخیرۂ جس کی بدولت آخرت کے لئے عظیم توشہ نہایت آسان معمولات کے ذریعے حاصل کیا جاسکتا ہے۔ (صفحات ۸۰)

۱۹ ''موت کے بعد زندگی کا انجام'' اس کتاب میں موت کے بعد مؤمن وکافر نیک وبد لوگوں کے احوال اور جنت وجہنم کا تذکرہ قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔ (صفحات ۱۷۶)

۲۰ ''ڈاڑھی قرآن وحدیث کی روشنی میں'' (اضافہ شدہ ایڈیشن) جس میں ڈاڑھی کے وجوب کو قرآن وحدیث اور ائمہ اربعہ کے مذاہب سے ثابت کیا گیا اور اس کے طبی نقصانات وفوائد کو بھی واضح کیا گیا۔ (صفحات ۴۸)

۲۱ ''احسن الحکایات'' جس میں انبیاء علیہ السلام اور اولیاء اللہ کے حکایات کو

بہت دلنشیں انداز میں نزہۃ المجالس سے منتخب کر کے پیش کیا ہے۔ (صفحات ۲۸۸)

۲۲ ''سنہرے موتی'' عربی، اردو، فارسی کی معتبر و مستند کتابوں سے منتخب کیے گئے گئے عبرت انگیز واقعات و حکایات اور ملفوظات وغیرہ پر مشتمل ایک بہترین مجموعہ۔ (صفحات ۱۷۶)

۲۳ ''سنہرے اوراق'' اس کتاب میں انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرام وتابعین اور دیگر سلفِ صالحین اور مصلحین امت کے حیرانگیز، سبق آموز، روح پرور، زندگی کی کایا پلٹنے والے حالات و واقعات درج ہیں، جنہیں پڑھنے سے نفس کی اصلاح ہوتی ہے، دل میں نورانیت دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ (کل صفحات: ۳۱۶)

۲۴ ''سنہری کرنیں'' اس کتاب میں مختلف ومتنوع وموضوعات پر مشتمل دلچسپ وپسندیدہ حکایات وواقعات جمع ہیں۔ (صفحات ۲۵۶)

۲۵ ''سنہری شعاعیں'' اس کتاب میں حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام، صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، اولیاء کرام اور سلف صالحین کے عبرت انگیز، نصیحت آموز حالات، زندگی اور واقعات وحکایات جمع کیے گئے ہیں۔ جنہیں پڑھنے سے اصلاحِ نفس ہوتی ہے، دل میں نورانیت، دنیا سے بے رغبتی، اور آخرت کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ (صفحات ۲۴۰)

۲۶ ''سنہرے نقوش'' اس کتاب میں انبیاء علیہم السلام، صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، اور سلف صالحین کے ایمان افروز واقعات وحکایات ذکر کیے ہیں، جنہیں پڑھ کر ایمان کو تقویت اور قلب کو نورانیت ملتی ہے، اور زندگی میں روحانی انقلاب آتا ہے۔ (صفحات ۲۵۰)

محمد قاسم امیر

رفیق

دارالافتاء جامعہ حارثیہ

۲۸ر جمادی الثانی ۱۴۳۲ھ